علامہ اقبال

اردو کلیات

شرح

ارمغانِ حجاز اردو

ابلیس کی مجلسِ شوریٰ
(شیطان کے مشورے کی پارلیمنٹ)

1936ء

ابلیس

یہ عناصر کا پرانا کھیل! یہ دنیائے دُوں

ساکنانِ عرشِ اعظم کی تمناؤں کا خوں

تعارف: جس طرح موجودہ دور میں ملک پر حکومت کرنے کے لیے انتخابات یا کسی اور ذریعہ کو کام میں لا کر قومی اسمبلی یا پارلیمنٹ بنائی جاتی ہے اوراس میں مختلف معاملات پر بحث کے بعد ان کے متعلق فیصلے کیے جاتے ہیں اسی انداز میں علامہ اقبال نے ایک خیالی اسمبلی تشکیل دی ہے ۔ جس میں حکمران پارٹی شیطان کا ٹولہ اوراس کا سربراہ شیطان خود ہے ۔ اس مجلس شوریٰ میں زیر بحث آنے والے معاملات ومسائل آج کے دور سے تعلق رکھتے ہیں جن پر شیطان کے ساتھ پانچ ارکان اظہار خیال کرتے ہیں اور آخر میں شیطان فیصلہ کن رائے دیتا ہے ۔

معانی: عناصر: عنصر کی جمع، مراد آگ، پانی، مٹی، ہوا وغیرہ کے مادی عنصر یا اجزا ۔ عناصر کا پرانا کھیل: مراد ہے کائنات جو مادی عناصر، آگ، پانی، مٹی اور ہوا وغیرہ کی ترکیب خاص سے معرض وجود میں آئی ہے اور اسے وجود میں آئے ہوئے اتنا طویل عرصہ ہوگیا ہے جس کا اندازہ نہیں اس لیے یہ پرانی ہے ۔ دوں: کمینہ، رذیل ۔ دنیائے دوں: کمینی دنیا ۔ ساکنان: ساکن کی جمع، رہنے والے ۔ عرش: تخت ۔ عرش اعظم: بلند وبالا اور عظمت والے خدا کا تخت جو کہیں آسمانوں سے بھی آگے ہے ۔ یہ تخت کوئی مادی نہیں دراصل یہ اللہ تعالیٰ کے انوار کا ایک جہان ہے جسے خدا کی عظمت اور حقیقی بادشاہت کی بنا پر تخت کا نام دیا گیا ہے ۔ تمنا: آرزو ۔ تمناؤں کا خون: آرزوؤں کا برباد ہونا ۔ ابلیس: شیطان ۔

مطلب: شیطان اپنی مجلس شوریٰ میں سب سے پہلے تقریر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ دنیا ایک پرانا کھیل ہے جو آگ، پانی، مٹی، ہوا وغیرہ سے تشکیل دیا گیا ہے۔ اسے کھیل اس لیے کہا ہے کہ جس طرح کھیل کی کوءی مستقل حیثیت نہیں ہوتی اسی طرح کاءنات کی بھی کوءی مستقل حیثیت نہیں ہے۔ یہ کھیل اس لیے بھی ہے کہ جس طرح کھیل کے اسٹیج پر مختلف کردار اور منظر آتے ہیں اور پھر غاءب ہو جاتے ہیں اسی طرح دنیا کے اسٹیج پر بھی لوگ پیدا ہو کر آتے ہیں اپنا اپنا کام کرتے ہیں اور مر کر چلے جاتے ہیں۔ شیطان بھی یہ کہتا ہے کہ یہ دنیا اپنی فطرت اور ذہنیت کے لحاظ سے کمینہ اور رذیل ہے۔ اس لیے یہ کسی سے وفا نہیں کرتی۔ شیطان نے دنیا کو آسمانوں سے آگے خدا تعالیٰ کے انوار کے جہان میں رہنے والے فرشتوں کی آرزوؤں کی بربادی کا سبب بھی کہا ہے۔ اللہ نے آدم کو فرشتوں سے افضل بنا دیا۔ اس تبدیلی کو شیطان فرشتوں کی آرزوؤں کا برباد ہونا کہتا ہے۔

اس کی بربادی پہ آج آمادہ ہے وہ کارساز

جس نے اس کا نام رکھا جہانِ کاف و نون

معانی: کارساز: بگڑے ہوئے کام بنانے والا۔ آمادہ ہے: راضی ہے، تلا ہوا ہے۔ کاف و نوں: حرف کاف اور نون دونوں کو ملا کر لفظ کن بنتا ہے جس کی معنی ہیں ہو جا۔ اللہ تعالیٰ نے کن کہا اور فیکون ہو گیا یعنی کائنات اور اس کی جملہ اشیاء اللہ کے لفظ کن کہنے سے عدم سے وجود میں آگئیں۔

مطلب: وہ بگڑے ہوئے کام بنانے والا خدا جس کے ایک لفظ کن کہنے سے کائنات عدم سے وجود میں آگئی آج اس کی بربادی پر تلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ دنیا کے وجود میں آنے کے کئی نظریے پیش کئے جاتے ہیں لیکن قرآن نے یہی بتایا ہے کہ پہلے عدم تھا۔ خدا کے سوا جو کچھ بھی نہ تھا پھر خدا نے ارادہ کیا اور کن کہا سب کچھ ہو گیا۔

میں نے دکھلایا فرنگی کو ملوکیت کا خواب

میں نے توڑا مسجد و دیر و کلیسا کا فسوں

معانی: فرنگی: انگریز ۔ یورپ کا باشندہ ۔ ملوکیت: بادشاہت ۔ خواب دکھایا: حسین خیال دیا ۔ دیر: مندر، ہندوؤں یا دیگر غیر مسلموں کی عبادت گاہ ۔ کلیسا: گرجا، عیسائیوں کی عبادت گاہ ۔ مسجد: مسلمانوں کی عبادت گاہ ۔ فسوں توڑا: جادو توڑا ۔

مطلب: شیطان کہتا ہے کہ میں نے اہل یورپ کو بادشاہت کا حسین خیال دیا اور اس طرح شخصی حکومت قائم کر کے عوام کو بے بس و بے کس بنا دینے کی فکر عطا کی ۔ میں نے صرف یہی نہیں کیا میں نے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو ان کی عبادت گاہوں سے نفرت دلا دی اور صدیوں سے ان مسجد، دیر اور کلیسا کا جو اثر تھا اسے ختم کر دیا ۔ اس طرح یا تو ان کے مذہبی عقائد یا مسخ ہو کر رہ گئے یا مذہب ان کے دلوں سے بالکل رخصت ہو گیا ۔

میں نے ناداروں کو سکھلایا سبق تقدیر کا

میں نے منعم کو دیا سرمایہ داری کا جنوں

معانی: سرمایہ دار: دولت مند ۔ نادار: غریب ۔ منعم: جس پر اللہ نے دولت کا انعام کیا ہے ۔ جنوں: سودا، ایسا جذبہ جس میں کسی خاص مقصد کے سوا کچھ نہ سوجھے ۔

مطلب: دنیا میں دو طبقات ہیں ۔ ایک طبقہ امیر ہے اور دوسرا غریب ۔ شیطان کہتا ہے کہ میں نے دولت مندوں کے ذہن و دل میں دولت کی ایسی محبت پیدا کر رکھی ہے کہ وہ ہر حلے بہانے، جائز و ناجائز اور حرام و حلال ذریعے سے اسے اکٹھی کرنے میں لگے ہوئے ہیں ۔ انہیں اس کے سوا کچھ سوجھتا ہی نہیں اور ان کے مقابلے میں جو مفلس ہیں محنت مشقت سے روزی کماتے ہیں ان کی ذہن و دل میں میں نے یہ بات بٹھا رکھی ہے کہ وہ تو پیدا ہی امیروں ، وڈیروں ، جاگیرداروں ، نوابوں ، بادشاہوں وغیرہ کی خدمت کرنے اور ان کے ہاتھوں اپنی آزادی اور عزت لٹانے کے لیے ہوئے ہیں وہ اسے تقدیر کا نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسا ان کی قسمت میں لکھا ہوا ہے جس کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا ۔

کون کر سکتا ہے اس کی آتشِ سوزاں کو سرد

جس کے ہنگاموں میں ہو ابلیس کا سوزِ دروں

معانی: آتش سوزاں : جلا دینے والی آگ ۔ ابلیس: شیطان خبیث ۔ ہنگامہ : شورش، زندگی کا کاروبار اور معاملات، زندگی کی فکر و عمل ، جدوجہد ۔ سوزدروں : اندر کی جلن، اندرونی حرارت ۔

مطلب: میں نے جس شخص میں ابلیسی نظام حیات اور شیطانی اقدار زندگی کو جلا دینے والی آگ جلا رکھی ہے ۔ اسے کوئی ٹھنڈا نہیں کر سکتا ۔ چونکہ اس کے معاملات، کاروبار حیات اور فکر و عمل میں یہ آگ میری اندرونی حرارت کی وجہ سے جل رہی ہے اس لیے کسی میں ہمت نہیں کہ اس کو بجھا سکے ۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ آج کے دور کے انسان کا ہر قدم اسی حرارت کی وجہ سے اٹھ رہا ہے اور اس کا ہر فعل اسی تپش کی بنا پر سرزد ہو رہا ہے ۔ یہ بات میرے دعویٰ کے ثبوت کے لیے کافی ہے ۔

جس کی شاخیں ہوں ہماری آبیاری سے بلند

کون کر سکتا ہے اس نخلِ کہن کو سرنگوں

معانی: آبیاری: پانی دینا ۔ نخل کہن: پرانا درخت ۔ سرنگوں نیچا ۔

مطلب: اس سے پہلے شعر میں شیطان نے کاروبار دنیا اور معاملات حیات میں اپنے عمل دخل کو آگ اور حرارت کی علامتوں سے واضح کیا تھا ۔ اس شعر میں اس عمل دخل کی وضاحت ایک درخت کی مثال دے کر کی ہے اور کہا ہے کہ شیطانی درخت تو آغاز کائنات ہی سے لگا ہوا ہے ۔ یہ بہت پرانا ہے اور اس کی نسبت حضرت آدم کو اللہ کے حکم سے انکار کرنے والے اور آدم کو سجدہ نہ کرنے والے دن سے ہے ۔ شیطان کہتا ہے کہ میں نے تو اسی روز سے خدا کی مخلوق کو بہکانے اور گمراہ کرنے کا کام اپنے ذمہ لے رکھا ہے ۔ اس درخت کو جو جڑوں سے لے کر پھل تک شیطنت کا مزہ لیے ہوئے ہے میں اور میرے شتونگڑے برابر پانی دیتے رہتے ہیں اب یہ اتنا بلند و بالا اور شاخوں کے دور دور تک پھیلاوَ والا درخت بن چکا ہے کہ اس کو گرانے یا جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کسی میں ہمت نہیں ۔

پہلا مشیر

اس میں کیا شک ہے کہ محکم ہے یہ ابلیسی نظام
پختہ تر اس سے ہوئے خوئے غلامی میں عوام

معانی: محکم: پائیدار، مضبوط ۔ ابلیسی نظام: شیطان کا دیا ہوا نظام حیات ۔ پختہ تر: زیادہ مضبوط ۔ خوئے غلامی: غلامی کی عادت ۔ عوام: سب لوگ یا عام لوگ ۔

مطلب: شیطان کی تقریر سن کر اس کی حکومت کا ایک رکن اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے آقا اس میں کوئی شک نہیں کہ جس شیطانی نظام حیات کا آپ نے اپنی تقریر میں ذکر کیا ہے وہ بڑا پائیدار اور مضبوط ہے اور کسی کے بس کی بات نہیں کہ اسے تبدیل کر سکے یا ختم کر سکے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جو نظام حیات ہم نے دنیا والوں کو دے رکھا ہے اس سے لوگ غلامی کی عادت میں پائیدار سے پائیدار ہوتے جا رہے ہیں ۔ غلامی ان کے مزاج اور ذہنیت میں رچ بس گئی ہے اور وہ ہمارے نمائندوں کے آگے جو بادشاہ، نواب ، جاگیردار، زمیندار، وڈیرہ، آمر وغیرہ کی شکل میں ہر جگہ موجود ہیں سر تسلیم خم کیئے ہوئے ہیں ۔

ہے ازل سے ان غریبوں کے مقدر میں سجود
ان کی فطرت کا تقاضا ہے نمازِ بے قیام

معانی: ازل: جہان کی تخلیق سے پہلے کا وقت جس کی ابتدا معلوم نہیں کی جا سکتی ۔ مراد ہے ہمیشہ سے ۔ مقدر: قسمت ۔ سجود: سجدہ کرنا ۔ غریب: طنزیہ طور پر کہا ہے بے بس اور بے کس لوگ ۔ فطرت: سرشت، ذہنیت ۔ قیام: کھڑے ہونا ۔ نماز بے قیام: وہ نماز جس میں کھڑے ہونے کی نوبت ہی نہ آئے اور نمازی سجدہ ہی میں رہے ۔

مطلب: یہ لوگ جو ہماری تدبیر کے سامنے بے بس اور لاچار ہیں آج سے نہیں ہمیشہ سے ہی ہمارے نظام کے پرستار چلے آتے ہیں ۔ اپنے آقاؤں کے آگے جھکنا ان کی قسمت بن چکی ہے ان کی زندگی کی مثال تو ایسی نماز کی سی ہے جس میں

قیام کرنے کا رکن موجود ہی نہیں ۔ صرف رکوع و سجود ہی ہے ۔ جھکنا ہی جھکنا ہے مراد ہے وہ اپنے آقاؤں کی غلامی میں اس حد تک پختہ ہو چکے ہیں کہ ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ان میں خیال تک نہیں آتا ۔

آرزو اول تو پیدا ہو نہیں سکتی کہیں

ہو کہیں پیدا تو مر جاتی ہے یا رہتی ہے خام

معانی: خام: کچی، ناپختہ ۔ آرزو: خواہش ۔

مطلب: لوگ شیطانی نظام کے ایسے اور اتنے غلام بن چکے ہیں کہ غلامی کی اس زندگی سے آزاد ہونے کی خواہش اول تو ان کے دلوں میں پیدا ہی نہیں ہوتی اور اگر کہیں پیدا ہوتی بھی ہے تو یا تو وہ ختم ہو جاتی ہے یا کچی رہ جاتی ہے اور اس طرح کوئی بھی ہمارے نظام کی جکڑ بندی سے باہر نہیں نکل سکتا ۔

ہماری سعیِ پیہم کی کرامت ہے کہ آج

صوفی و ملا ملوکیت کے بندے ہیں تمام

معانی: سعی پیہم: لگاتار کوشش ۔ ملوکیت: بادشاہت ۔ صوفی: جو صرف تصوف یا طریقت کو اپنائے ہوئے ہے ۔ کرامت: کسی صوفی سے ایسی بات یا کام کا ہونا جسے عقل سمجھنے سے قاصر ہو ۔

مطلب: یہ ہماری لگاتار کوشش کا عقل کو حیران کر دینے والا نتیجہ ہے کہ آج تصوف کے میدانوں کے لوگ صوفیا اور دینی روح سے بیگانہ ہو کر بادشاہت کے غلام بن چکے ہیں وہ صوفی جن کے بوریا کے آگے کبھی تخت جھکتے تھے آج خود بادشاہوں کے تخت کا طواف کر رہے ہیں ۔ یہی صورت حال علمائے دین کی بھی ہے کل تک جو جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے سے خوف نہیں کھاتے تھے آج مصلحت کا شکار ہو کر ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں ۔

طبعِ مشرق کے لیے موزوں یہی افیون تھی

ورنہ قوالی سے کچھ کمتر نہیں علم کلام

معانی: طبع مشرق: مشرق کا مزاج، مشرقی لوگوں کی طبیعت ۔ کم تر: زیادہ کم ۔ موزوں: مناسب ۔ افیون: ایک نشہ آور چیز جو نشہ کرنے والے کو عمل سے بیگانہ کر دیتی ہے ۔ قوالی: وہ راگ جو صوفیانہ محفلوں میں روح کی بالیدگی کے لیے گایا جاتا ہے ۔ علم کلام: کلام کا علم، یہ ایسا علم ہے جس میں دین کی باتوں کو عقل اور دلیل سے ثابت کیا جاتا ہے ۔

مطلب: ہم نے مشرق کے رہنے والوں کو مراد ہے مسلمانوں کو جو مغرب کی بجائے مشرق میں زیادہ آباد ہیں ۔ دو نشہ آور چیزیں کھلا رکھی ہیں ۔ ایک قوالی ہے اور دوسری کلام کا علم ۔ قوالی کو صوفیانہ نظام میں بڑا عمل دخل رہا ہے ۔ اور اسے روحانی جذبات میں اشتعال پیدا کرنے کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا رہا ہے لیکن آج صوفیانہ حلقوں میں تصوف کی اصل روح تو غائب ہو چکی ہے اور صرف قوالی پر زور ہے ایسی قوالی جو روح پر کوئی اثر مرتب نہیں کرتی ۔ دینی حلقوں کو دیکھیں تو وہاں بھی علمائے دین، دین کی اصل باتوں سے ہٹ کر دینی مسائل پر بحث کرنے اور ان کی حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے دلیلوں کے بکھیڑوں میں الجھے ہوئے ہیں ۔ اس طرح ان دونوں حلقوں کے لوگ عمل سے اسی طرح بیگانہ ہو چکے ہیں جس طرح افیون کھانے والا کوئی شخص ہر وقت اونگھتا رہتا ہے اور زندگی کے عملی میدان میں قدم رکھتے ہوئے گھبراتا ہے ۔

ہے طواف و حج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا

کند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغِ بے نیام

معانی: طواف: کعبے کے چکر لگانا ۔ حج: ارکان اسلام میں سے ایک رکن جو مکہ جا کر خانہ کعبہ کا طواف کرنے اور بعض دوسری رسومات ادا کرنے سے تعلق رکھتا ہے ۔ کند: جس میں کاٹنے کی صلاحیت ختم ہو چکی ہو ۔ ہنگامہ: شورش، بھیڑ ۔ مومن: اہل ایمان، اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر صحیح ایمان رکھنے والا، پکا اور صحیح مسلمان ۔ تیغ: تلوار ۔ نیام: تلوار کا خول جس میں تلوار اس وقت رکھی جاتی ہے جب اسے چلانا مقصود نہ ہو ۔ تیغ بے نیام: بغیر خول کے تلوار، ننگی تلوار جو ہر وقت دشمن کو کاٹنے کے لیے تیار ہو ۔

مطلب: اگر اس دور کے مسلمانوں میں مکہ شریف جانے اور وہاں جا کر کعبے کے گرد چکر لگانے اور اہم رکن اسلام حج کے رسوم ادا کرنے کی کوئی صورت باقی رہ گئی ہے ۔ تو وہ محض ایک اجتماع اور بھیڑ کی سی صورت ہے ۔ کعبہ کا طواف کرنے اور حج کے لیے مکہ شریف میں جمع ہونے کا اصل مقصد تو مسلمانوں میں قوت، اتفاق اور مرکزیت پیدا کرنا ہے ۔ لیکن آج

اس کے بجائے نفاق اور انتشار کی صورت حال نظر آتی ہے ۔ کبھی مسلمان اپنے دشمنوں کے لیے ننگی تلوار کی مانند تھا جو ہر وقت ان کو کاٹنے پر آمادہ نظر آتی تھی لیکن آج یہ صورت حال ختم ہو چکی ہے اور مسلمان میں اللہ کی راہ میں لڑنے کا جذبہ ختم ہو چکا ہے ۔ ایسی صورت میں ہمیں مسلمانوں کے حج کے اجتماع اور کعبہ کے گرد چکر لگا کر اس سے وابستگی کے اظہار سے کوئی خطرہ نہیں ۔

کس کی نومیدی پہ حجت ہے یہ فرمانِ جدید

ہے جہاد اس دور میں مردِ مسلماں پر حرام

معانی: نومیدی: ناامید ۔ حجت: دلیل ۔ فرمانِ جدید: نیا حکم، جدید دور میں دیا گیا حکم ۔ فرمان: حکم، فتویٰ ۔ جہاد: اللہ کی راہ میں لڑنا ۔ اس دور میں : عہد حاضر میں ۔ حرام: دینی اعتبار سے ناجائز ۔

مطلب: برصغیر کے صوبے متحدہ پنجاب کے قصبہ قادیان میں انگریز عہد حکومت میں ایک شخص بنام مرزا غلام احمد پیدا ہوا تھا جس نے دین کو صدیوں کی روح کے خلاف یہ نیا حکم یا فتویٰ دیا تھا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ کے دشمنوں سے لڑنا اس عہد میں دینی اور شرعی اعتبار سے ناجائز ہے ۔ اور انگریز جو ہم پر حکمران ہیں ان کے خلاف آزادی کے لیے جدوجہد کرنا مسلمانوں کے لیے مناسب نہیں ۔ یہ شخص خود کو موعود مسیح کہتا تھا ۔ مراد تھی کہ میں حضرت عیسیٰ ہوں جیسے قیامت سے پہلے روئے زمین پر آکر اسلام کو تقویت پہنچانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے ۔ وہ عیسیٰ جس کے اس طرح آنے کا وعدہ کیا گیا ہے وہ مریم کا بیٹا عیسیٰ نہیں وہ میں ہوں ۔ اس پر برصغیر کے مسلمانوں میں خصوصاً اور دنیا کے مسلمانوں میں عموماً سخت ردعمل ہوا ۔ مسیح ہونے کا دعویٰ کرنے والے شخص نے جہاد کے خلاف شرعی حکم یا فتویٰ بھی صادر کیا تھا اور کہا تھا کہ اس عہد میں جہاد کرنا مسلمانوں پر حرام ہے ۔ اس شعر میں اس نئے فتویٰ کی طرف اشارہ ہے جو چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں نہیں دیا گیا ۔ اس نے یہ فتویٰ اس لیے صادر کیا تھا کہ برصغیر کے مسلمان اپنے آقا انگریز کے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوں ۔ یہ صورت حال مسلمانوں کی ناامیدی پر دلالت کرتی ہے ۔ اور ان کو ہمیشہ کے لیے مایوس ہو کر انگریز آقاؤں کی غلامی اختیار کرنے کی طرف راغب کرتی تھی ۔

دوسرا مشیر

خیر ہے سلطانیِ جمہور کا غوغا کہ شر

تو جہاں کے تازہ فتنوں سے نہیں ہے باخبر

معانی: خیر: اچھائی، نیکی ۔ شر: بدی، برائی ۔ غوغا: شور ۔ فتنہ: فساد ۔

مطلب: پہلے مشیر کی باتیں سن کر حکومت شیطان کا ایک اور رکن اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ تیری ساری باتیں درست ہیں لیکن تو نے جہان میں پیدا ہونے والے ایک نئے فسادی نظام کا ذکر نہیں کیا جس کا نام جمہوریت ہے ۔ کیا تجھے اس کی خبر نہیں ہے ۔ تو ہمیں اس کے متعلق بتا کہ یہ ہمارے لیے اچھائی کی بات ہے یا برائی کی ۔ میرے خیال میں جمہورت کے نام پر یہ بھی ایک شاہی نظام ہی ہے ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ سلطانی یا بادشاہت کے نظام میں ایک شخص با اختیار ہوتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے لیکن جمہوریت کے نظام میں جس میں عوام خود اپنی رائے سے حکومت چلانے کے لیے نمائندے منتخب کرتے ہیں یہی سلطانی روح ایک شخص کے بجائے چند اشخاص میں داخل ہو جاتی ہے ۔ جو وزیر کہتے ہیں جو کام بادشاہت میں فرد واحد کرتا ہے وہی کام یہ منتخب شدہ لوگ وزیر بن کر چند خاندانوں اور چند افراد کے ایک مجموعہ کی صورت میں سرانجام دیتے ہیں اس صورت حال کے پیش نظر اے میرے ساتھی رکن حکومت یہ بتا کہ یہ نظام جمہوری جو مغرب نے دنیا کے ملکوں کو دیا ہے درست ہے یا غلط ۔ اچھا ہے یا برا ۔

پہلا مشیر

ہوں ! مگر میری جہاں بینی بتاتی ہے مجھے

جو ملوکیت کا اک پردہ ہو، کیا اس سے خطر

معانی: جہاں بینی: جہان کے معاملات پر نظر رکھنا ۔ ملوکیت کا پردہ: بادشاہت کی روح جس کے پیچھے کارفرما ہو ۔ خطر: ڈر ۔
مطلب: پہلا مشیر دوسرے مشیر کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ دنیا میں اٹھنے والے اس فسادی نظام اور فتنہ سے باخبر ہوں جس کا نام مغربی جمہوریت ہے ۔ میں دنیا کے معاملات پر گہری نظر رکھتا ہوں ۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ مغربی جمہوریت کے پیچھے ملوکی یا شاہی روح ہی کارفرما ہے ۔ جب صورت حال یہ ہے تو ہمیں اس جمہوری نظام کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں بلکہ یہ بھی ہماری پیداوار ہی ہے ۔

ہم نے خودشاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس

جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خودنگر

معانی: آدم: مراد ہے بنی نوع آدم ۔ خود شناس: اپنے آپ کو پہچاننے والا ۔ خودنگر: اپنے آپ کو دیکھنے والے ۔
مطلب: جب آدمی میں مختلف وجوہات کی بنا پر یہ شعور اجاگر ہوا کہ وہ اپنی قدر و قیمت کو پہچان سکے اور اپنے حقوق حاصل کرنے کا اہل ہو سکے تو ہم نے اس کے ذہن میں یہ بات ڈال دی کہ اگر بادشاہی نظام میں تمہاری کوئی قدر و منزلت نہیں تو تم خود اپنے لیے حکمران منتخب کر لیا کرو جو تم میں سے ہو گا اور تمہارے حقوق کا خیال رکھے گا ۔ اسی کو اس نے جمہوریت کا نام دیا ہے لیکن اس میں ہوتا یہ ہے کہ اپنی طرف سے منتخب شدہ حکمران وہی حاکمانہ اور بادشاہانہ رویہ اختیار کرتے ہیں جو ایک حکمران بحیثیت بادشاہ کرتا ہے ۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہاں ایک شخص یہ کام کرتا ہے اور جمہوریت میں چند اشخاص یا خاندان مل کر وہی کچھ کرتے ہیں ۔ اس لیے اے میرے رفیق فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ۔ یہ جمہوری نظام بھی ہمارا ہی پیدا کردہ ہے اس نظام کا لباس ضرور جمہوری ہے لیکن اندر جسم شاہی ہے ۔

کاروبارِ شہریاری کی حقیقت اور ہے

یہ وجودِ میر و سلطاں پر نہیں ہے منحصر

انحصار ہونا ۔ :معانی: کاروبار شہریاری: بادشاہی نظام چلانے کا طریقہ ۔ حقیقت: اصلیت ۔ میر: امیر ۔ سلطاں: بادشاہ ۔ منحصر
مطلب: بادشاہی نظام حکومت کا دارومدار اور انحصار کسی امیر یا بادشاہ کے وجود پر نہیں بلکہ اس کی اصلیت امیری یا

بادشاہی رویہ پر ہے ۔ یہی امیری یا بادشاہی رویہ اگر ہم جمہوریت کے نظام میں پیدا کر دیں تو اس کے ذریعہ منتخب شدہ ارکان حکومت وہی کچھ کریں گے جو کچھ سلطانی نظام میں ہوتا ہے ۔

مجلسِ ملت ہو یا پرویز کا دربار ہو

ہے وہ سلطاں ، غیر کی کھیتی پہ ہو جس کی نظر

معانی: مجلس ملت : قومی اسمبلی ۔ پرویز: ایران کے ایک بادشاہ کا نام ہے جس نے اپنے عقت کے ایک عاشق کو جس کا نام فرہاد تھا پہاڑ کھودنے پر لگا دیا اور خود اس کی محبوبہ کو جس کا نام شیریں تھا اپنے گھر ڈال لیا ۔ پرویز کا نام بطور شاہی نظام کے یا حکمران کی علامت کے طور پر لیا گیا ہے ۔

مطلب: چاہے کوئی منتخب شدہ قومی اسمبلی یا پارلیمنٹ ہو اور چاہے کسی بادشاہ کا طرز حکومت ہو دونوں کا مقصود ایک ہی ہے اور وہ ہے دوسروں کو محنت مزدوری پر لگا کر ان کی روزی کو لوٹنا اور انہیں محتاج و نادار رکھنا ۔ تم نے دیکھا نہیں کہ ایران کے بادشاہ پرویز نے فرہاد کی محبوبہ کو چھیننے اور اپنی ملکہ بنانے کے لیے فرہاد کو یہ کہہ کر پہاڑ کھودنے پر لگا دیا تھا کہ اگر تو اس میں سے نہر نکال لائے تو شیریں تجھے مل جائے گی ۔ وہ بے چارہ اس کام میں لگ گیا اور پرویز نے شیریں کو ملکہ بنا لیا ۔ اس ایک مثال سے تم شاہی نظام کے رویہ کا اندازہ کر سکتے ہو ۔ جمہوریت میں بھی یہ رویہ موجود ہوتا ہے ۔

تو نے دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام

چہرہ روشن ، اندرون چنگیز سے تاریک تر

معانی: مغرب : براعظم یورپ ۔ روشن : چمکدار ۔ اندرون : اندر ۔ تاریک تر : زیادہ سیاہ ۔ چنگیز: ایک فاتح کا نام ہے جس کا تعلق منگولیا سے تھا اور جس نے اپنی فتح ممالک کے دوران اتنے ظلم کے تھے کہ اس کا نام تاریخ میں ایک بہت بڑے ظالم کی حیثیت سے موجود و مشہور ہے ۔

مطلب: موجودہ طرز کا جمہوری اور پارلیمانی نظام دنیا والوں کو اہل مغرب یعنی یورپ والوں سے ملا ہے ۔ تم اے میرے رفیق اسے بہ نظر غور دیکھو اس کا ظاہر تو بڑا چمکدار نظر آئے گا لیکن اس کے اندر جو روح ہے وہ دنیا کے ظالم ترین بادشاہ یا فاتح چنگیز سے بھی زیادہ سیاہ ہے اس نظام میں منتخب شدہ ارکان حکومت اپنے منتخب کرنے والوں پر جو ستم ڈھاتے ہیں وہ چنگیزیت کو بھلا دیتے ہیں ۔

تیسرا مشیر

روحِ سلطانی رہے باقی تو پھر کیا اضطراب
ہے مگر کیا اس یہودی کی شرارت کا جواب

معانی: روح سلطانی: باشاہی روح ۔ اضطراب: بے چینی، بے قراری ۔ اس یہودی: ایک شخص بنام کارل مارکس کی طرف اشارہ ہے جس نے سرمایہ نامی ایک کتاب لکھ کر دنیا کو اشتراکی نظام یا کمیونزم دیا ۔

مطلب: پہلے مشیر سے جمہوری نظام کی وضاحت سن کر شیطان کی حکومت کا ایک اور رکن کہتا ہے کہ اگر جمہوری نظام شاہی نظام سے بدتر اور چنگیز کی بربریت سے زیادہ سیاہ ہے تو ہمیں بے چین ہونے کی واقعی ضرورت نہیں ہے ۔ لیکن ایک یہودی کارل مارکس نے دنیا کو اشتراکی یا کمیونزم نظام دے کر ہمارے خلاف جو شرارت کی ہے اس کا تمہارے پاس کیا جواب ہے ۔

وہ کلیمِ بے تجلی! وہ مسیحِ بے صلیب
نیست پیغمبر و لیکن در بغل دارد کتاب

معانی: کلیم: مشہور پیغمبر حضرت موسیٰ کا لقب ہے جنہیں کوہ طور پر خداوند تعالیٰ کی تجلی نصیب ہوئی تھی اور وہ اس سے گفتگو کرتے تھے ۔ مسیح بے صلیب: مسیح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو خدا کے برگزیدہ پیغمبر تھے اور جنہیں عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق صلیب پر یعنی سولی پر لٹکا دیا گیا تھا ۔ بے صلیب مسیح سے مراد ایسا مسیح جسے سولی پر لٹکایا نہ گیا ہے ۔

نیست: نہیں ہے ۔ دربغل: بغل میں ۔ دارد: رکھتا ہے ۔

مطلب: اس یہودی کی طرف اشارے کی مزید وضاحت کرتے ہوئے تیسرا مشیر کہتا ہے کہ یہ وہ یہودی ہے جس کو جمہوری اور شاہی نظام کی چکی کے نیچے پسے ہوئے لوگ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا درجہ دیتے ہیں ۔ اس لیے کہ جس طرح حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل اور فرعون کے ظلم سے بچایا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے غریبوں اور بے کسوں کو سینے سے لگایا تھا اسی طرح یہ یہودی بھی اپنے دیے گئے اشتراکی نظام کے ذریعے غریبوں ، مزدوروں ، کسانوں اور بے بسوں کو شاہی اور جمہوری نظام کے فرعونوں اور غارت گروں کے ظالمانہ ہاتھوں سے بچا کر خود ان کو حکمران بننے کا طریقہ بتایا ہے ۔ لیکن فرق یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کی تجلی اور نور کا مشاہدہ کرتے تھے اور اس سے باتیں کرتے تھے لیکن یہ یہودی خدا کا انکار کرتا ہے ۔ حضرت عیسیٰ کے طرح یہ بھی غریبوں کو سربلند کرنے کا طریقہ بتاتا ہے لیکن یہ سولی پر نہیں چڑھایا گیا کیونکہ وہ پیغمبر نہیں تھا ایک تیسرا اور واضح فرق یہ ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ پر تو اس لئے آسمانی کتابیں اتری تھیں کہ وہ پیغمبر تھے لیکن یہ یہودی پیغمبر تو نہیں ہے لیکن توریت اور انجیل کی طرح ایک کتاب ضرور رکھتا ہے لیکن یہ غیر الہامی ہے جس کا نام سرمایہ ہے اور جسے یورپ مزدور اور کسان طبقہ میں مذہبی کتابوں کی طرح کی عزت دی جاتی ہے ۔

کیا بتاؤں کیا ہے کافر کی نگاہ پردہ سوز
مشرق و مغرب کی قوموں کے لیے روزِ حساب

معانی: کافر انکار کرنے والا ۔ پردہ سوز: پردہ جلانے والا ۔ روزحساب: حساب کا دن، قیامت کا دن ۔

مطلب: اس نظام ابلیسی کے انکار کرنے والے یہودی کی نگاہ نے ملوکیت اور جمہوریت پر پڑے ہوئے پردوں کو جلا کر اس کے پیچھے ان نظاموں کی اصل خرابیوں کو دیکھ لیا اور خود اپنی طرف سے ایک نیا نظام حیات دیا جس کی وجہ سے مشرق اور مغرب کی قوموں کے پسے ہوئے اور ستائے ہوئے فاقہ کش، غریب مزدور اور کسان اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے اس طرح جاگ اٹھے جیسے قیامت کے روز مردے جاگ اٹھیں گے ۔ ان پسے ہوئے طبقات کی زندگی ملوکی اور جمہوری نظاموں میں مردوں کی طرح تھیں اب ان میں زندہ رہنے اور زندہ رہنے کے لیے ظالموں سے نپٹنے کا شعور پیدا ہوگیا ہے ۔

اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا طبیعت کا فساد

توڑ دی بندوں نے آقاؤں کے خیموں کی طناب

مطلب: اس شعر میں اس عظیم اشتراکی انقلاب کی طرف اشارہ ہے جس کے ذریعے عوام نے ایک شخص بنام لینن کی قیادت میں اکٹھے ہوکر روس کے شہنشاہ زاد روس کی حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا اور حکمرانوں کو قتل کر دیا تھا ۔ بڑے بڑے جاگیرداروں اور وڈیروں کی زمینیں چھین لی تھیں ۔ کارخانوں کے مالکوں کو کارخانوں سے بے دخل کر کے ان پر اپنا کنٹرول حاصل کر لیا تھا اور سارے ذراءع معیشت کو مزدوروں اور کسانوں کی بنائی ہوئی حکومت کے قبضے میں کر دیا تھا ۔ شیطان کا مشیر اسے عوام کے مزاج میں پیدا ہونے والا فساد کہتا ہے جس کے ذریعے انھوں نے غلام ہوتے ہوئے ایسے اقدامات کئے کہ ان کے مالک تہس نہس ہوکر رہ گئے ۔ آقاؤں کے خیموں کی رسیاں توڑکر ان کو گرا دینے کا یہی مفہوم ہے کہ انہیں سارے ذراءع سے محروم کر دیا ۔ یہ دنیا میں پہلا اشتراکی انقلاب اور اس کے ذریعے پہلی اشتراکی نظام والی حکومت قائم ہونے کا عمل تھا جس کے بعد یہ دوسرے ملکوں تک پھیل گیا ۔ شیطان کا یہ مشیر اسے اپنی شیطانی حکومت کے لیے چیلنج قرار دیتا ہے اور پریشان ہے ۔

چوتھا مشیر

توڑ اس کا رومتہ الکبریٰ کے ایوانوں میں دیکھ

آلِ سیزر کو دکھایا ہم نے پھر سیزر کا خواب

معانی: توڑ: روک کرنا، خاتمہ ، مٹانا، مقابلہ ۔ رومتہ الکبریٰ: عظیم رومن سلطنت جو قبل از مسیح قائم تھی ۔ ایوانوں : محلوں ۔ آل سیزر: سیزر کی اولاد، سیزر قدیم ملک روم کا جسے آج کل اطالیہ کہتے ہیں اور قدیم رومن سلطنت کا عظیم ہیرو تھا ۔ سیزر کا خواب: جو خواب کہ سیزر نے کبھی عظیم رومن سلطنت قائم کرنے کے لیے دیکھا تھا ۔

مطلب: چوتھا مشیر تیسرے مشیر کی پریشانی اور بے قراری کو دیکھ کر کہتا ہے کہ اشتراکی نظام سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ۔

ہم نے اس کو روکنے اور ختم کرنے کے لیے اطالیہ میں ایک شخص بنام مسولینی پیدا کر دیا ہے جس نے فاشسٹ نظام نافذ کر کے اشتراکی نظام کا راستہ روک دیا ہے ۔ فاشسٹ نظام میں ساری طاقتیں ایک شخص کے ہاتھ میں ہوتی ہیں ۔ وہ اطالیہ جو کبھی عظیم رومن سلطنت کا مرکز تھا اس سلطنت کے پرانے محلوں میں اب مسولینی موجود ہے ۔ جس نے قدیم رومن ہیرو سیزر کی اولاد کو یعنی اہل اطالیہ کو یہ خواب دکھایا ہے کہ میرے دیئے گئے فاشسٹ نظام کے ذریعے ہم پھر قدیم رومن سلطنت کی سی وسعت اور عروج حاصل کر لیں گے ۔ یہ قدیم رومن سلطنت قبل از مسیح یورپ، ایشیا اور افریقہ کے وسیع علاقوں پر مشتمل تھی جو اسلامی عہد تک کافی سمٹ چکی تھی ۔ اس رہی سہی سلطنت کو مسلمانوں نے ختم کر دیا تھا ۔

کون بحرِ روم کی موجوں سے ہے لپٹا ہوا

گاہ بالد چوں صنوبر، گاہ نالد چوں رباب

معانی: بحر روم: یورپ اور افریقہ کے درمیاب ایک سمندر ۔ گاہ: کبھی ۔ صنوبر: ایک قد آور درخت ۔ بالد: ابھرتا ہے ۔ نالد: روتا ہے ۔ چوں : مانند ۔ رباب: ایک قسم کا ساز ۔

مطلب: بحرہ روم کی موجوں سے کون لپٹا ہوا ہے ۔ وہ مسولینی کا عظیم بحری بیڑہ ہے جو اس سمندر پر حاکمیت قائم کرنے کے لیے اور سمندر پار کے افریقی ممالک پر قبضہ جمانے کے لیے کبھی ابھرتا ہوا اور کبھی سائرن بجاتا ہوا اپنے کام میں مصروف ہے اس شعر کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسولینی بحیرہ روم کو تسخیر کرنے کے لیے اپنی قوم کے سامنے ولولہ انگیز تقریروں کے ذریعے کبھی ان کو صنوبر کے درخت کی مانند کھڑا کر دیتا ہے اور کبھی ان کو رباب کی مانند کھوئی ہوئی عظمت پر خود رو کر اور ان کو رلا کر ان میں اسے بحال کرنے کا ولولہ پیدا کر رہا ہے ۔ اور اس کے لیے بحیرہ روم پر اپنی حاکمیت قائم کر کے اور اسے عبور کرنے کے بعد افریقی ممالک پر قبضہ جما کر عملاً ان کو سربلند ہونے کا ثبوت مہیا کر رہا ہے ۔ یاد رہے کہ مسولینی نے دوسری جنگ عظیم سے پہلے افریقہ کے ممالک حبشہ ، ایریٹریا، طرابلس وغیرہ پر قبضہ کر لیا تھا ۔ دوسری جنگ عظیم کے شروع ہی میں مسولینی کو اتحادیوں نے زبردست شکست دی جس کے بعد یہ ممالک اس کے تسلط سے نکل گئے

تیسرا مشیر

میں تو اس کی عاقبت بینی کا کچھ قائل نہیں

جس نے افرنگی سیاست کو کیا یوں بے حجاب

معانی: عاقبت بینی: انجام کو دیکھ لینا ۔ قائل: ماننا ۔ افرنگی سیاست: اہل یورپ کی سیاست ۔ بے حجاب: بے پردہ ۔

مطلب: چوتھے مشیر کی رائے سن کر تیسرا مشیر اسے کہتا ہے کہ میں تو مسولینی کی سیاست اور نظام کو نہیں مانتا کیونکہ اس نے یہ نہیں سوچا کہ اس کا انجام کیا ہو گا ۔ اس کے انجام کے طور پر اہل یورپ کی سیاست کا پول کھل جائے گا اور اس طرح اشتراکی نظام کو مزید تقویت حاصل ہو گی ۔ لوگ مغربی جمہوریت اور ملوکیت کے ظلم کی طرح مسولینی کے فاشسٹ نظام کے ظلم کی وجہ سے اس سے بھی تنگ آ جائیں گے جس کے نتیجے میں اشتراکیت کو ابھرنے کا مزید موقع مل جائے گا ۔

پانچواں مشیر

(ابلیس کو مخاطب کر کے)

اے ترے سوزِ نفس سے کارِ عالم استوار

تو نے جب چاہا کیا ہر پردگی کو آشکار

معانی: سوزنفس: سانس کی تپش ۔ کار عالم: دنیا کا کام ۔ استوار: پائیدار ہونا، قائم ہونا ۔ پردگی: چھپی ہوئی ۔ آشکار: ظاہر ۔

مطلب: اے میرے آقا تیری سانس کی گرمی سے دنیا کا کام چل رہا ہے اگر لوگوں میں تیرے سینہ کی حرارت نہ پہنچی ہوتی

تو یہ دنیا کے ہنگامے سرد رہتے تو تو وہ ہستی ہے کہ دنیا کی پوشیدہ باتیں بھی تجھ پر ظاہر ہیں اس لیے ہمیں یہ بتا کہ اس اشتراکی نظام سے ابلیسی نظام کو کیا خطرات ہیں ۔

آب و گل تیری حرارت سے جہانِ سوز و ساز

ابلہَ جنت تری تعلیم سے دانائے کار

معانی: آب و گل: پانی اور ہوا ۔ حرارت: گرمی ۔ سوز و ساز: گرمی اور رنگینی ۔ ابلہ جنت: جنت کا بے وقوف یا بھولا، مراد ہے آدم ۔ دانائے کار: کام کو جاننے والا ۔

مطلب: یہ جہاں جو آگ ، پانی ، مٹی ، ہوا کے عناصر سے بنا ہوا ہے یا یہ آدم جو انہی عناصر سے وجود میں آیا ہے تیری دی گئی گرمی کی وجہ سے حرارت اور رنگینی کا مجسمہ ہے اور جنت کا یہ بھولا یعنی آدم تیری تعلیم کی وجہ سے ہی کاروبار دنیا سے آشنا ہے ۔ اگر تو اسے ممنوعہ درخت کے پاس جانے کی ترغیب نہ دیتا اور وہ اپنے بھول پن یا بے وقوفی کی بنا پر تیری اس تعلیم پر عمل نہ کرتا تو وہ جنت میں ہی رہتا اور اس میں فرشتوں کی طرح سوائے اللہ کی تسبیح بیان کرنے کے اور کوئی حرارت نہ ہوتی ۔ یہ جہان کی حرارت اور رنگینی اس آدم کے جنت سے نکلنے اور زمین پر آباد ہونے کی وجہ سے ہے ۔ زمین پر آباد بنی نوع آدم میں جو سوز و ساز دکھائی دیتا ہے یہ صرف تیری تعلیم کی وجہ سے ہے ورنہ یہاں بھی وہ سوائے اللہ کی یاد کے کچھ نہ کرتی ۔

تجھ سے بڑھ کر فطرتِ آدم کا وہ محرم نہیں

سادہ دل بندوں میں جو مشہور ہے پروردگار

معانی: فطرت آدم: آدمی کی سرشت ۔ محرم: جاننے والا ۔ پروردگار: پالنے والا، خدا ۔

مطلب: میں تو یہ جانتا ہوں کہ آدمی کی سرشت کا تجھ سے بڑھ کر وہ خدا بھی جاننے والا نہیں جو سادہ دل بندوں میں جہان اور جہان والوں کا پالنے والا سمجھا جاتا ہے ۔ یہ تیرے آدمی کی فطرت کو جاننے ہی کا نتیجہ تھا کہ تو اسے بہلا پھسلا کر اور بے

وقوف بنا کر اس درخت کا پھل کھانے پر مجبور کر سکا جس کے کھانے کی اسے ممانعت تھی اور اس طرح تو اسے جنت سے نکلوا سکا ۔

کام تھا جن کا فقط تقدیس و تسبیح و طواف

تیری غیرت سے ابد تک سرنگون و شرمسار

معانی: تسبیح: پاکی بیان کرنا ۔ تقدیس: بزرگی بیان کرنا ۔ طواف: پھیرے لینا ۔ ابد تک: ہمیشہ کے لیے ۔ سرنگوں: سر جھکائے : شرمسار: شرمندہ ۔ غیرت: عزت نفس ۔

مطلب: وہ فرشتے جو ہمیشہ اللہ کی پاکی اور بزرگی بیان کرتے رہتے ہیں اور اس کی ذات ہی کو پھیرے لینے کا اہل سمجھتے ہیں ۔ تیری غیرت کے آگے وہ بھی سر جھکائے ہوئے اور شرمندہ ہیں ۔ اس لیے کہ وہ تو خدا کے حکم پر آدم کو سجدہ کرنے کے لیے جھک گئے تھے لیکن تیری عزت نفس نے یہ گوارا نہیں کیا تھا اور تو نے آدم کو سجدہ کرنے کے مقابلے میں ہمیشہ کے لیے خدا کی درگاہ سے دور ہو جانے کو پسند کیا تھا ۔ اور پھر جب منع کئے ہوئے درخت کا پھل کھانے پر اس آدم کو جنت سے نکال دیا گیا جسے فرشتوں نے سجدہ کیا تھا تو وہ اپنے فعل پر ہمیشہ کے لیے شرمندہ ہو کر رہ گیا ۔

گرچہ ہیں تیرے مرید، افرنگ کے ساحر تمام

اب مجھے ان کی فراست پر نہیں ہے اعتبار

معانی: مرید: بیعت کرنے والا، کسی کو مرشد ماننے والا ۔ افرنگ: یورپ ۔ ساحر: جادوگر ۔ فراست: دور اندیشی، عقل سمجھ ۔

مطلب: اے میرے آقا، اگرچہ یورپ کے سارے جادوگر جو اپنے سیاسی جادو اور چالبازی سے دنیا کی قوموں کو غلام بنائے ہوئے ہیں تجھے اپنا مرشد مانتے ہیں ۔ اپنے افکار و اعمال میں تیرے ہی اشارے پر چلتے ہیں لیکن اب مجھے ان کی دور اندیشی اور معاملات کو سمجھنے کی اہلیت پر شک ہونے لگا ہے ۔ اس بنا پر کہیں ایسا نہ ہو کہ ابلیسی نظام شکست کھا جائے ۔

وہ یہودی فتنہ گر، وہ روحِ مزدک کا بروز
ہر قبا ہونے کو ہے اس کے جنوں سے تاتار

معانی: یہودی فتنہ گر: فتنہ پیدا کرنے والا یہودی مراد ہے ۔ اشتراکی نظام دینے والا کارل مارکس ۔ مزدک: کارل مارکس سے بہت پہلے ایران میں ایک شخص گزرا ہے جس کا نام مزدک تھا اور اس نے بھی اشتراکی قسم کا نظام وضع کیا تھا اس لیے اصلاح میں اشتراکیت کو مزدکیت بھی کہتے ہیں ۔ بروز: سایہ، کسی کی صفتوں کا دوسرے میں آجانا ۔ قبا: ایک قسم کا لباس ۔ تاتار: پارہ پارہ ۔

مطلب: پانچویں صدی عیسوی میں ایران میں مزدک نے جو نظام دیا تھا اسی قسم کا نظام بیسویں صدی عیسوی میں کارل مارکس نے دیا ہے ۔ جو صفتیں مزدک میں تھیں وہ کارل مارکس میں حلول کر گئیں ہیں ۔ اس یہودی کارل مارکس نے عہد حاضر میں مزدکیت یا اشتراکیت کا جو فتنہ اور فسادی نظام دنیا کو دیا ہے اس سے ہر دوسرے سیاسی نظام کا لبادہ پارہ پارہ ہونے والا ہے ۔ اشتراکیت ان سب نظاموں کو جو میرے آقا آپ کے پیدا کردہ ہیں ختم کر دے گی ۔

زاغ دشتی ہو رہا ہے ہمسر شاہیں وچرغ
کتنی سرعت سے بدلتا ہے مزاجِ روزگار

معانی: زاغ دشتی: بیابان یا جنگل کا کوا، فاقہ کش، کسان، مزدور اور غریب کے لیے علامت ۔ شاہین وچرغ: دو پرندے جو دوسرے پرندوں کا شکار کر کے ان کو کھاتے ہیں ، بادشاہ، جاگیردار، زمیندار، کارخانہ دار اور وڈیرہ کی علامت، ہمسر: برابر ۔ روزگار: زمانہ ۔

مطلب: بیابان اور جنگل کے کوے جو بازوں اور چرغوں کا شکار تھے اب ان کی برابری کا دعویٰ کرنے لگے ہیں ۔ مراد ہے اشتراکی نظام نے محنت کشوں ، کسانوں ، مزدوروں ، غریبوں اور مظلوموں کے اندر اپنے حقوق حاصل کرنے کا ایسا شعور پیدا کر دیا ہے کہ اب وہ بادشاہوں ، نوابوں اور جاگیرداروں کی برابری کر رہے ہیں بلکہ ان کی جگہ لینے پر تلے ہوئے ہیں ۔ دیکھیں مزاج زمانہ کتنی تیزی سے بدلا ہے ۔

چھا گئی آشفتہ ہو کر وسعتِ افلاک پر

جس کو نادانی سے ہم سمجھے تھے اک مشتِ غبار

معانی: آشفتہ: پریشان ۔ وسعت افلاک: آسمانوں کا پھیلاوَ ۔ نادانی: بے وقوفی ۔ مشت غبار: گرد کی مٹھی ۔

مطلب: جس کو ہم اپنی بے وقوفی کی وجہ سے گرد کی یا مٹی کی ایک مٹھی سمجھے تھے اس نے پریشان ہو کر یا پھیل کر یہ صورت اختیار کر لی ہے کہ آسمانوں کے پھیلاوَ پر چھا گئی ہے ۔ مراد ہے کہ جس اشتراکی نظام کو شروع میں ہم معمولی سمجھے تھے اب اس نے روئے زمین کے سارے ملکوں میں ایک تحریک کی صورت اختیار کر لی ہے ۔

فتنہَ فردا کی ہیبت کا یہ عالم ہے کہ آج

کانپتے ہیں کوہسار و مرغزار و جوئبار

معانی: فتنہ فردا: آنے والے کل یا مستقبل کا فتنہ ۔ عالم: حال، صورت ۔ ہیبت: دبدبہ، خوف ۔ کوہسار: پہاڑوں کا سلسلہ ۔ مرغزار: جنگل، باغ ۔ جوئبار: ندی نالے ۔

مطلب: یہ اشتراکی نظام جو مستقبل میں تمام اہل زمین کے لیے فتنہ وفساد کی صورت اختیار کرنے والا ہے اس سے پہاڑ، دریا، جنگل اور باغ سب لرز رہے ہیں مراد ہے دنیا کا ہر ملک خطرہ محسوس کر رہا ہے کہیں دبے ہوئے اور پسے ہوئے لوگ اس نظام کی بدولت اٹھ نہ کھڑے ہوں اور یوں ان میں قائم جمہوری ملوکی، یا جاگیر دارانہ نظام ختم ہو کر نہ رہ جائے ۔

میرے آقا! وہ جہاں زیر و زبر ہونے کو ہے

جس جہاں کا ہے فقط تیری سیادت پر مدار

معانی: آقا: مالک ۔ زیر و زبر: تہس نہس، الٹ پلٹ ۔ سیادت: قیادت ۔ فقط: صرف ۔ مدار: انحصار ۔

مطلب: اے میرے مالک میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ جہان جس کا صرف تیری قیادت اور راہبری پر انحصار ہے وہ الٹ پلٹ

ہونے کو ہے ۔ مراد ہے دنیا کو جو نظام ہائے سیاست واقتصادیات ہم نے دے رکھے ہیں اشتراکیت کی وجہ سے ان سب کو خطرہ ہے اور ان کے ختم ہو جانے اور ان کی جگہ اشتراکیت کے آجانے کا ڈر ہے ۔

ابلیس

(اپنے مشیروں سے)

ہے مرے دستِ تصرف میں جہانِ رنگ و بو

کیا زمیں ،کیا مہر و مہ ،کیا آسمانِ تو بہ تو

معانی: دست: ہاتھ ۔ تصرف: قدرت، چیزوں اور معاملات میں دخل دے کر بولے سکنے کی طاقت ۔ جہان رنگ وبو: رنگ اور بو کا جہان، وہ جہان جو رنگ اور خوشبو کی طرح خوشنما ہے اور کشش رکھتا ہے لیکن رنگ اور خوشبو کی طرح اڑ جانے والا ۔ مراد فانی دنیا ۔ توبتو: تہ بہ تہ، تو: تہ ۔

مطلب: جب ابلیس کے پانچوں مشیر تقریریں کر چکے اور اپنا اپنا نقطہ نظر بیان کر چکے تو ابلیس تقریر کرنے کے لیے اٹھتا ہے اور بحث کو سمیٹتے ہوئے کہتا ہے کہ اے میرے ارکان سلطنت تمہیں فکر کی کوئی ضرورت نہیں ۔ میرے پاس ایسی طاقت ہے کہ میں اس فانی کائنات کی جملہ اشیا اور معاملات میں دخل دے کر ان کو اپنے حق میں کر سکتا ہوں ۔ مرے تصرف کا ہاتھ چھوٹا نہیں بلکہ یہ اس فانی دنیا کی وسیع زمین چاند، سورج اور تہ بہ تہ آسمانوں تک پہنچ سکتا ہے ۔ اور معاملات و اشیا کو ہر جگہ اپنے حق میں کر سکتا ہے ۔

دیکھ لیں گے اپنی آنکھوں سے تماشا غرب و شرق

میں نے جب گرما دیا اقوامِ یورپ کا لہو

معانی: تماشا: تعجب یا شوق سے دیکھنا ۔ شرق: مشرق ۔ غرب: مغرب ۔ لہو گرمانا: غصہ دلانا ۔ اقوام: جمع قوم ۔
مطلب لوگ اپنی توجہ اور حیرت کی آنکھوں سے مشرق اور مغرب کے اس نظارہ کو دیکھ لیں گے یا مشرق اور مغرب کے لوگ اس نظارہ کو دیکھ لیں گے جو میرے یورپ کی قوموں کو آپس میں غضب ناک کر دینے کی وجہ سے پیدا ہو گا ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔ علامہ کے ارمغان حجاز کی زیر نظر نظم کے لکھے جانے کے تین سال بعد 1939 میں تباہ کن جنگ عظیم برپا ہوئی جو 1945 تک رہی ۔ اور دنیا کی بہت بڑی تباہی کا سبب بنی ۔

کیا امامانِ سیاست، کیا کلیسا کے شیوخ

سب کو دیوانہ بنا سکتی ہے میری ایک ہو

معانی: امامان سیاست: سیاست کے امام، سیاسی رہنما ۔ کلیسا: گرجا، عیسائیوں کی عبادت گاہ ۔ دیوانہ بنانا: عقل و ہوش سے پادری، گرجوں کے شیخ، عیسائیوں کے مذہبی رہنما ۔ :بیگانہ کر دینا ۔ ہو: نعرہ مستانہ ۔ شیوخ: شیخ کی جمع ۔ کلیسا کے شیوخ
مطلب: مجھ میں اتنی طاقت اور صلاحیت ہے کہ اگر میں عالم مستی میں ایک نعرہ لگاؤں تو وہ یورپ کے سیاسی اور مذہبی راہنماؤں سب کو عقل و ہوش سے بیگانہ کر سکتا ہے اور وہ اپنے نظریات اور عقائد کو چھوڑ کر میرے راستہ پر آ سکتے ہیں ۔ اور میں جو کچھ چاہوں ان سے کرا سکتا ہوں ۔

کارگاہِ شیشہ جو ناداں سمجھتا ہے اسے

توڑ کر دیکھے تو اس تہذیب کے جام و سبو

معانی: کارگاہ: کارخانہ ۔ ناداں : بے وقوف ۔ اس تہذیب: مغربی تہذیب کی طرف اشارہ ہے ۔ جام و سبو: پیالے اور صراحیاں یا مٹکے ۔
مطلب : جو شخص یورپ کی تہذیب کو شیشے کے کارخانے کی طرح خوبصورت سمجھتا ہے وہ بے وقوف ہے ۔ وہ اس کارخانہ میں بنے ہوئے پیالوں ، مٹکوں یا صراحیوں کو توڑ کر ان کا اندر دیکھے تو اس پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ ظاہر میں تو خوبصورت ہیں لیکن اندر سے بھیانک اور بدنما ہیں ۔ ان کے اندر جو شراب بھری ہوئی ہے وہ انسان کو حیوان بنا دیتی ہے ۔ مراد ہے

تہذیب مغرب کا ظاہر بڑا دلفریب، دلکش اور حسین ہے لیکن اس کی حقیقت بڑی انسانیت سوز ہے ۔ شیطان کہتا ہے یہ اس لیے ہے کہ یہ تہذیب میری ہی پیدا کردہ ہے ۔

دستِ فطرت نے کیا ہے جن گریبانوں کو چاک

مزدکی منطق کی سوزن سے نہیں ہوتے رفو

معانی: دست فطرت: قدرت کا ہاتھ ۔ چاک کرنا: پھاڑ دینا ۔ مزدکی منطق: اشتراکی فلسفہ یا نظریہ ۔ سوزن: سوئی ۔ رفو ہونا: سیا جانا ۔

مطلب: قدرت کے ہاتھوں نے جن گریبانوں کو پھاڑ رکھا ہے وہ اشتراکی نظریات کی سوئی سے نہیں سیے جا سکتے ۔ مراد یہ ہے کہ امیر غریب کا فرق قدرت نے خود پیدا کر رکھا ہے ۔ اگر ایسا نہ ہو تو دنیا کا کاروبار نہ چلے ۔ فرق صرف یہ ہے کہ قدرت اس فرق کو حقوق کی پامالی اور عزت نفس کی بربادی کا راستہ نہیں دکھاتی بلکہ ایک دوسرے کے حقوق اور دائرہ کار کا مقرر کر کے آبرومندانہ اور انسانیت بردار زندگی بسر کرنے کے لیے کہتی ہے ۔ اشتراکیت اس فرق کو مٹانا چاہتی جو ممکن بھی نہیں اور فطری بھی نہیں ۔ اس لیے یہ اشتراکی نظام ہمارے لیے خطرہ کا سبب نہیں ہے بلکہ یہ تو میرا ہی دیا ہوا اور سمجھایا ہوا ہے ۔ اس میں میری ہی روح کارفرما ہے ۔

کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوچہ گرد

یہ پریشاں روزگار آشفتہ مغز، آشفتہ ہو

معانی: کوچہ گرد: آوارہ گرد ۔ پریشاں روزگار: پریشان زندگی والے ۔ آشفتہ مغز: دماغی طور پر پریشان ۔ آشفتہ ہو: پریشان خیالات والے یا پریشان نظریات اور باتوں والے ۔

مطلب: اشتراکی نظام کو ماننے والے انسانیت کی راہ سے بھٹکے ہوئے لوگ ہوتے ہیں ۔ آوارگی، پریشان دماغی اور فضول باتیں کرنا ان کی اہم خصوصیات ہیں ۔ ایسے لوگ ہمیں کب ڈرا سکتے ہیں ہمارے نظام کو ان سے کوئی خطرہ نہیں ۔

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے

جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو

معانی: خطر: ڈر۔ اس امت: مسلمان قوم۔ خاکستر: راکھ۔ شرار آرزو: آرزو کی چنگاری۔

مطلب: ملوکیت اور جمہوریت کی طرح مجھے اشتراکیت سے بھی کوئی خطرہ نہیں کیونکہ یہ بھی میری ہی پیدا کردہ ہے۔ ہاں اگر مجھے کوئی ڈر ہے تو اس مسلمان قوم سے ہے۔ جو جل کر اگرچہ راکھ ہو چکی ہے لیکن اس راکھ کے اندر دوبارہ ابھرنے کی آرزو کی چنگاری ابھی تک موجود ہے۔ مجھے خوف ہے کہ یہ چنگاری پھر سے آگ نہ بن جائے۔ اور ہمارے پیدا کردہ نظاموں کو اپنی لپیٹ میں نہ لے لے۔

خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ

کرتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے جو ظالم وضو

معانی: خال خال: کوئی کوئی، کہیں کہیں۔ اشک سحر گاہی: صبح کا رونا۔ اشک سحر گاہی سے وضو کرنا: علی الصبح رو رو کر دعائیں اور التجائیں کرنا۔

مطلب: اس مسلمان قوم میں، باوجود اس کے مٹ جانے کے کہیں کہیں ایسا شخص اب بھی نظر آتا ہے جو علی الصبح اٹھ کر اپنی دعاؤں اور التجاؤں میں گڑگڑا کر اسلام کے دوبارہ عروج حاصل کر لینے کی آرزوئیں کرتا ہے۔ یہ شخص ہمارے لیے ایک ظالم کی طرح ہے۔ کہیں اس کی دعائیں اور التجائیں بار آور نہ ہو جائیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو سب شیطانی نظام روئے زمین سے مٹ جائیں گے۔

جانتا ہے جس پہ روشن باطنِ ایام ہے

مزدکیت فتنۂ فردا نہیں، اسلام ہے

معانی: روشن: ظاہر۔ باطن ایام: زمانے کا اندرون ۔ فتنہ فردا: کل پیدا ہونے والا فتنہ ۔ مزدکیت: اشتراکیت ۔
مطلب: جس شخص پر میری طرح زمانے کا اندرون ظاہر ہے وہ جانتا ہے کہ ابلیسی نظام کے لیے جو نظام کل کو فتنہ بننے والا ہے وہ اشتراکیت نہیں بلکہ اسلام ہے ۔

(۲)

جانتا ہوں میں یہ امت حاملِ قرآں نہیں

ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں

معانی: حامل قرآں : قرآن اٹھانے والی یا رکھنے والی مراد ہے قرآن پر عمل کرنے والی ۔ یہ امت: مسلمان قوم ۔ سرمایہ داری: دولت سے محبت کرنا ۔ بندۂ مومن: مومن بندہ، وہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے، صرف زبان سے نہیں دل سے اسے بھی مانتا ہے ۔
مطلب: جب شیطان نے اپنے اراکین سلطنت پر یہ بات منکشف کر دی کہ مستقبل میں اگر کوئی قوم ہمارے ابلیسی نظام کو ختم کرنے کے درپے ہو سکتی ہے تو وہ صرف مسلمان قوم ہے اور صرف اسلامی آئین آنے والے دور میں ہمارے نظام کے لیے خطرہ ہے ۔ تو اس پر اراکین نے تعجب کیا کہ عہد حاضر کی ایک غلام، بے بس اور بھٹکی ہوئی قوم کس طرح دوبارہ سرفراز ہو سکتی ہے تو اس کے جواب میں شیطان کہتا ہے کہ بے شک عہد حاضر کی مسلمان قوم قرآن پر عمل نہیں کر رہی اور قرآنی دستور پر یقین نہیں رکھتی اور اس کا ایمان قرآنی نظام کے بجائے سرمایہ دارانہ نظام پر ہے اور اس قوم کے افراد دین اسلام پر حقیقی معنوں میں عمل پیدا ہونے کے بجائے دولت سے محبت کرتے ہیں اور جاگیردارانہ، زمیندارانہ اور سرمایہ دارانہ رویہ رکھتے ہیں لیکن جیسا کہ میں بتانے والا ہوں صرف اسی قوم کے پاس قرآن پر مبنی وہ نظام ہے جس پر اگر اس نے عمل شروع کر دیا تو ہمارے پیدا کردہ جملہ نظاموں کو مٹنے سے کوئی نہیں بچا سکتا ۔

جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں

بے یدِ بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں

معانی: ید بیضا سفید ہاتھ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ عطا کیا تھا کہ جب وہ اپنا ہاتھ بغل میں رکھ کر پھر نکالتے تھے تو وہ چمکتا تھا اور اس سے نور نکلتا تھا ۔ پیران حرم: کعبہ کے پیر، مسلمانوں کی دینی اور روحانی راہنما ۔

مطلب: مغرب یورپ آزاد بھی ہے اور ترقی یافتہ بھی ۔ اس کی فضا روشن ہے دن کی طرح ۔ اس کے مقابلے میں مشرق کے ملک غلام بھی ہیں اور غیر ترقی یافتہ بھی ۔ یہاں کی فضا رات کی مانند ہے اندھیرا ہی اندھیرا ۔ اس اندھیرے کو جس روشنی سے دور کیا جا سکتا ہے وہ صرف اسلام کے پاس ہے لیکن اس کے دینی اور روحانی راہنما بے نور ہو چکے ہیں اس لیے ان سے اس تاریکی کے دور کیے جانے کی کوئی امید نہیں ۔

عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف

ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں

معانی: عصر حاضر: موجودہ زمانہ ۔ تقاضا: لازمی، نتیجہ، ضرورت ۔ خوف: ڈر ۔ آشکارا: ظاہر ۔ شرع پیغمبر: حضرت محمد ﷺ کی شریعت ، دین اسلام کا نظام ۔

مطلب: شیطان اپنے رفقائے کار سے کہتا ہے ان سب باتوں کے باوجود موجودہ دور کے حالات دیکھ کر مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہ حالات اہل دنیا کو تاریکی کا احساس دلا کر نور کی تلاش میں نکلنے کے لیے مجبور نہ کر دیں ۔ اگر ایسا ہوا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ لوگ حضرت محمد ﷺ کے دیئے گئے نظام حیات کی طرف لپکیں گے کیونکہ نور صرف وہیں ہے اور اس کے نتیجے میں دنیا کو دیا گیا ہمارا نظام حیات ختم ہو جائے گا ۔

الحذر آئینِ پیغمبر سے سو بار الحذر

حافظِ ناموسِ زن، مرد آزما، مرد آفریں

معانی: الحذر: ڈرو ۔ آئین پیغمبر: حضرت محمد مصطفی ﷺ کا دیا ہوا دستور حیات ۔ حافظ ناموس زن: عورت کی عزت کا حفاظت کرنے والا ۔ مرد آزما: مرد کو بطور مرد آزمانے والا ۔ مرد آفریں : مرد پیدا کرنے والا ۔

مطلب: میرے ساتھیو دنیا کے کسی نظام اور دستور سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ تو سب میرے ہی پیدا کردہ ہیں ہاں اس دستور سے یا اس آئین حیات سے ،جو قرآن و سنت کے ذریعے حضرت محمد مصطفی ﷺ نے دنیا کو دیا ہے ہر وقت ڈرتے رہو کیونکہ اس دستور میں عہد حاضر کے برعکس عورت کے عزت، عصمت اور عفت کی حفاظت کی جاتی ہے ۔ ایسے مرد پیدا کئے جاتے ہیں جو واقعی اپنی صفات کے اعتبار سے مرد ہوں ۔ عہد حاضر کے مردوں کی طرح نہیں کہ شکل و صورت اور جنس کے اعتبار سے تو مرد ہیں لیکن صفات کے اعتبار سے نامراد ہیں ۔ صفات کے لحاظ سے مرد ہوتے تو میرے ابلیسی نظام کا مقابلہ کرتے اور اسے کہیں نافذ نہ ہونے دیتے ۔ اسلام صرف یہ نہیں کرتا کہ مردوں کو حقیقی مردانہ صفات سے نوازتا ہے اور ان میں شیطانی نظام ہائے حیات کا مقابلہ کر کے اسے شکست دینے کی اہلیت اور صلاحیت پیدا کرتا ہے بلکہ آزماتا بھی ہے اور میدان عمل میں بھی ان کو سرگرم دکھاتا ہے ۔

موت کا ہے پیغام ہر نوعِ غلامی کے لیے
نے کوئی فغفور و خاقاں ، نے فقیرِ رہ نشیں

معانی: نوع غلامی: غلامی کی قسم ۔ نے: نہیں ہے ۔ فغفور و خاقاں : ترکستان اور چین کے ملکوں کے بادشاہوں کے لقب، مراد بادشاہ ۔ فقیر رہ نشیں : راستے میں بیٹھنے والا فقیر ۔

مطلب: قرآن و سنت کا دستور آدمی کو ہر قسم کی غلامی سے نجات دلاتا ہے یہ غلامی چاہے سیاسی ہو، چاہے اقتصادی، چاہے تہذیبی ہو، چاہے ثقافتی اس دستور میں بادشاہ اور حکمران کی غریب کے اور عام آدمی کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں ۔ وہ تخت نشین ہو کر بوریا نشیں ہوتا ہے ۔ بادشاہ ہوتے ہوئے عوام کا خادم ہوتا ہے ۔ عیسائیت ، ہندومت ، بدھ مت وغیرہ میں جس طرح لوگوں کو روحانی اور دینی راہنما اپنا غلام بنائے رکھتے ہیں یہ صورت حال بھی اسلامی نظام حیات میں نہیں ہے ۔ مسلمان ہر قسم کی غلامی سے آزاد ہوتا ہے اسلام میں غریب اور امیر کے درمیان اقتصادی فرق تو ہے

لیکن بحیثیت انسان ان میں کوئی فرق نہیں ۔ یہاں غریب بھی اسی قدر عزت اور احترام کے قابل ہے جس قدر امیر، غریب کے بھی بحیثیت انسان وہی حقوق ہیں جو امیر کے ہیں ۔

کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف

منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں

معانی: آلودگی: میل کچیل ۔ منعم: جن پر اللہ نے دولت دے کر انعام کیا ہے ۔ امیں: امانت رکھنے والا ۔
مطلب: اسلامی دستور حیات کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں دولت کمانے کا ذریعے محض حلال ذریعہ رکھا ہوا ہے ۔ یہ ہر قسم کی حرام کمائی سے مسلمان کو بچنے کے لیے کہتا ہے ۔ اور اپنی جائز کمائی کو جو اللہ نے اسے عطا کی ہے خود اپنے لیے سمیٹ کر رکھنے سے بھی منع کرتا ہے بلکہ اسے اللہ کی دی ہوئی امانت قرار دے کر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بھی کہتا ہے ۔ غریب، مسکین، یتیم، بیوہ، مسافر، قیدی، وغیرہ نہ جانے کہاں کہاں اور کس کس پر خرچ کرنے کی یقین کرتا ہے ۔ زکواۃ یعنی مال کا ایک مقرر حصہ اور عشر یعنی مختلف قسم کی پیداوار کا ایک مقرر حصہ دولت مندوں اور زمنیداروں سے لیا جاے گا اور غریبوں اور ضرورت مندوں پر خرچ کیا جائے گا ۔ اسلام صدقہ ، خیرات، فطرانہ وغیرہ کے ذریعے اپنی کمائی ہوئی دولت کو ضرورت مندوں کو دینے کے لیے بھی کہتا ہے ۔ اس طرز پر کمائی گئی اور خرچ کی گئی دولت آدمی کو سرمایہ دار بننے اور سرمایہ دارانہ رویہ اختیار کرنے سے روکتی ہے اور غریب کا استحصال نہیں ہونے دیتی ۔ انھی ذراءع کو شیطان نے دولت کمانے اور خرچ کرنے کے پاک صاف اور ہر میل کچیل سے پاک ذراءع کہا ہے ۔

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب

پادشاہوں کی نہیں ، اللہ کی ہے یہ زمیں

معانی: فکر: سوچ ۔ عمل: فعل، کام ۔ انقلاب: بدل جانا ۔
مطلب: زمین کے متعلق انسان کی سوچ میں اور اس سوچ کو کام میں لانے کی جو تبدیلی قرآن اور سنت کے ذریعے پیدا ہوئی ہے وہ کہیں دیکھنے میں نہیں آتی ۔ نہ ملوکیت میں اور نہ اشتراکیت میں اور نہ کسی اور نظام میں ۔ قرآن کہتا ہے کہ

زمین اللہ کی ہے کسی بادشاہ، نواب، جاگیردار اور زمیندار کی نہیں ۔ اس کی ملکیت اور اس سے حاصل شدہ پیداوار کی تقسیم اللہ کے دیے گئے قوانین اور نظام کے مطابق ہوگی ۔ نہ کہ اشتراکی نظام کی طرح اسے حکومت کی اور ملوکی نظام کی طرح بادشاہ یا جاگیردار کی ملکیت سمجھا جائے گا ۔

چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب

یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں

معانی: چشم عالم: دنیا کی نظر ۔ پوشیدہ: چھپا ہوا ۔ آئیں : دستور ۔ خوب: اچھا ۔ غنیمت ہے: تسلی کے لیے کافی ہے ۔ مومن : اہل ایمان، مسلمان ۔ محروم یقیں : یقین کا نہ ہونا ۔

مطلب: ہمارے حق میں تو یہی بہتر ہے کہ ایسا آئین حیات اورر دستور العمل دنیا والوں کی نگاہوں سے چھپا رہے ۔ ہمارے لیے تسلی کی بات یہ ہے کہ آج کا اہل ایمان خود قرآن و سنت کے دیے گئے دستور پر یقین نہیں رکھتا ۔ اورر اسے کہیں بنیاد پرستی کا نام دے کر کہیں ترقی کی راہ میں حائل قرار دے کر اور کہیں کسی اور طریقے سے روک رہا ہے ۔ اس کے مقابلے میں دوسرے نظام ہائے حیات کو اپنائے ہوئے ہے جو ہماری ہی پیداوار ہیں ۔ اگر مسلمان کو پھر سے قرآن و سنت کے دستور پر یقین آگیا تو ہماری اور ہمارے دیئے گیے نظام ہائے حیات کی خیر نہیں ۔

ہے یہی بہتر الہیٰات میں الجھا رہے

یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں الجھا رہے

معانی: الہیات: حکمت و فلسفہ کا ایک علم جس میں اللہ کے متعلق بحث ہوتی ہے ۔ کتاب اللہ : اللہ کی کتاب یعنی قرآن ۔ تاویلات: من مانے معنی پیدا کرنا ۔

مطلب: ہمارے لیے یہی بہتر ہے کہ آج کا مسلمان الہیٰ علم کے مسائل و مباحثت میں اور قرآن کریم کے من مانے معنی پیدا کرنے کے چکر میں پھنس کر عمل سے بے گانہ رہے اور وہ اس فضول بحث سے نکل کر قرآن کی اصلیت اور حقیقت کی طرف دھیان نہ دے ۔

(۳)

توڑ ڈالیں جس کی تکبیریں طلسمِ شش جہات

ہو نہ روشن اس خدا اندیش کی تاریک رات

معانی: تکبیر: نعرہ اللہ اکبر ۔ طلسم: جادو ۔ شش جہات: چھ طرفیں شمال، جنوب، مشرق، مغرب اوپر نیچے مراد ہے جہان ۔ خدا اندیش: خدا کی سوچ رکھنے والا، خدا کو ماننے والا ۔

مطلب: شیطان آرزو کرتا ہے اور اپنے ساتھیوں کو تلقین کرتا ہے کہ اس کوشش میں لگے رہو کہ خدا سے ڈرنے اور اس پر ایمان رکھنے والا مرد مسلمان پھر سے پیدا نہ ہو جائے اور اس کی زندگی میں جو تاریکی ہے وہ روشنی میں نہ بدل جایے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اگر مسلمان صحیح معنوں سے اللہ سے تعلق والا اور قرآن و سنت پر عمل کرنے والا بن گیا تو اس کے ایک نعرہ اللہ اکبر سے دنیا اور دنیا والوں کا وہ جادو ٹوٹ جائے گا جس کے ذریعے ہم نے مسلمانوں سمیت سب کو اپنے دام میں پھنسا کر اللہ سے دور کر رکھا ہے ۔

ابن مریم مر گیا یا زندۂ جاوید ہے

ہیں صفاتِ ذات حق، حق سے جدا یا عینِ ذات

معانی: ابن مریم: مریم کا بیٹا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۔ زندہ جاوید: ہمیشہ کے لیے زندہ ۔ صفات حق: اللہ کی صفتیں ۔ ذات حق: اللہ کی ذات ۔ عین ذات: ذات کا ظہور ۔

مطلب: جن مسائل و مباحثت نے آج تک مسلمانوں کو آپس میں الجھا کر عمل سے بے گانہ کر رکھا ہے ۔ ان میں سے شیطان چند کا ذکر کرتا ہے ۔ عہد حاضر کا ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں یا صلیب پر چڑھنے سے پہلے اٹھا لیے گئے ہیں اور کہیں آسمانوں میں موجود ہیں ۔ یہ مسئلہ برصغیر میں انگریزوں کی آمد کے بعد اس کے ایک صوبہ پنجاب کے قصبہ میں رہنے والے ایک شخص بنام غلام احمد مرزا کے اس دعویٰ کی بنا پر پیدا ہوا کہ وہ مسیح موعود ہے یعنی

جس عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں آنے اور آکر نبی کریم ﷺ کی شریعت نافذ کر کے ساری دنیا میں اسلام پھیلانے کا ذکر احادیث میں آیا ہے وہ میں ہوں ۔ ظاہر ہے یہ اسی وقت ممکن ہوسکتا تھا جن لوگوں کو یقین دلا دیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو سولی پر لٹکا دیئے گئے تھے تو وہ دوبارہ نہیں آسکتے البتہ اس کی مثل کوئی آسکتا ہے اور وہ میں ہوں اس سے برصغیر میں خصوصاً اور دنیائے اسلام میں عموماً بحث کا دروازہ کھل گیا اور مسلمانوں میں اس وقت اس مسئلے پر آپس میں مخالفت شروع ہوگئی جب انہیں اتحاد کی ضرورت تھی ۔ اس شخص کے دعویٰ نبوت کرنے پر جن لوگوں نے اسے تسلیم کرلیا وہ قادیانی یا مرزائی کے نام سے جانے جاتے ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھے جاتے ہیں ۔ ایک اور بحث جس نے صدیوں سے مسلمانوں کو بحث مباحثے میں الجھا کر رکھا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی صفتیں اس کی ذات سے الگ ہیں یا اس کی ذات کا ظہور ہیں ۔ یہ بحث واحدۃ الوجود اور وحدۃ الشھود کی صوفیانہ اصلاحوں سے تعلق رکھتی ہے ۔

آنے والے سے مسیحِ ناصری مقصود ہے

یا مجدد جس میں ہوں فرزندِ مریم کی صفات

معانی: مسیح ناصری: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۔ مجدد: دین کو دوبارہ زندہ کرنے والا ۔ فرزند مریم: مریم کا بیٹا، حضرت عیسیٰ ۔ مقصود: مقصد، غاءت ۔

مطلب: مندرجہ بالا شعر میں جس بحث کا ذکر کیا گیا ہے اس کی ایک شاخ یہ بھی ہے کہ جس مسیح کو قیامت سے پہلے دنیا میں آنا ہے اس سے مراد مریم کا بیٹا مسیح ہی ہے یا اس کے سوا کوئی اور شخص جس کا مقصد دین اسلام کو زندہ کرنا ہے اس سے مسیح ہونے کا دعویٰ کرنے والے مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق دو رائیں ہوگئیں ۔ ایک اس کو مسیح سمجھنے کی اور دوسری اس کو مجدد ماننے کی ۔ اس سے خود مرزائیوں کے اندر دو فرقے ہوگئے جو لوگ غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے تھے وہ تو قادیانی یا مرزائی کہلائے اور جو اسے مجدد یا مصلح کہتے تھے اور اسے نبی نہیں مانتے تھے وہ لاہوری مرزائی کہلائے ۔

ہیں کلام اللہ کے الفاظ حادث یا قدیم

اُمتِ مرحوم کی ہے کس عقیدے میں نجات

معانی: کلام اللہ: اللہ کا کلام یعنی قرآن ۔ حادث: مخلوق، اللہ کے پیدا کئے ہیں ۔ امت مرحوم: مری ہوئی امت، یعنی مسلمان قوم جو کبھی عروج پر ہونے کی وجہ سے زندہ کہلاتے تھی اور آج زوال کی وجہ سے مردہ کہلاتی ہے ۔

مطلب: آج کا مسلمان اس بحث میں الجھا ہوا ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ مخلوق ہیں یا غیر مخلوق یعنی یہ اللہ کی طرف سے پیدا کئے گئے ہیں یا اللہ کی طرف از خود موجود ہیں ان دو عقائد میں سے کس عقیدے میں مسلمان کی نجات ہے اور کس عقیدے کو ماننے سے مردہ مسلمان قوم پھر سے زندہ ہو سکتی ہے ۔

کیا مسلماں کے لیے کافی نہیں اس دور میں

یہ الٰہیات کے ترشے ہوئے لات و منات

معانی: دور: زمانہ ۔ ترشے ہوئے: گھڑے ہوئے ۔ الہیات: اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے فلسفیانہ مسائل کا علم ۔ لات و منات: کعبہ میں کفار کی طرف سے رکھے ہوئے بتوں میں سے دو بتوں کے نام ۔

مطلب: کیا اس زمانے میں مسلمان کو اپنی حقیقت سے دور رکھنے کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ اللہ سے متعلق منطقی اور فلسفیانہ بحثوں میں الجھا ہوا ہے ۔ اور عملی اسلام سے بیگانہ ان اختلافی مسائل کے بتوں کی پرستش کر رہا ہے ۔ یہ بحثیں اسے خدا سے حقیقی تعلق کے حوالے سے اسی طرح دور رکھے ہوئے ہیں جس طرح بت اس کی راہ میں حائل ہوتے ہیں ۔ مومن کا دل تو خدا کا گھر ہونا چاہیے لیکن اس نے اس کعبہ دل میں فضول بحثوں کے لات و منات رکھ کر خدا کو اس سے باہر کر رکھا ہے ۔ یہ ہمارے لیے اے میرے رفقائے کار بڑی تسلی کی بات ہے ۔

تم اسے بیگانہ رکھو عالمِ کردار سے

تا بساطِ زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات

معانی: بے گانہ: بے خبر ۔ عالم کردار: عملی جہان ۔ بساط: شطرنج کھیلنے کا کپڑا جس پر مہرے رکھنے کے لیے خانے بنے ہوئے ہوتے ہیں ۔ مات: شکست ۔

مطلب: شیطان اپنے ساتھیوں کو حکم دیتا ہے کہ تم مسلمانوں کو عملی دنیا سے اسی طرح بے گانہ رکھو تاکہ زندگی کی شطرنج پر اس کے سارے مہرے شکست کھا جائیں اور وہ ہر میدان میں زوال پذیر رہے ۔

خیر اسی میں ہے قیامت تک رہے مومن غلام

چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہانِ بے ثبات

معانی: خیرت : خیرت ، سلامتی ۔ قیامت: وہ دن جب دنیا ختم ہو جائے گی ۔ مومن: اہل ایمان، مسلمان ۔ اوروں کی خاطر: دوسروں کے لیے ۔ جہان بے ثبات: فانی دنیا ۔

مطلب: ہماری خیریت اور سلامتی اسی میں ہے کہ مسلمان دوسروں کیلیے جیتا رہے اس دنیائے فانی کی نعمتیں، ترقی، خوشحالی اور حاکمیت چھوڑ کر قیامت تک ان کا غلام بنا رہے ۔

ہے وہی شعر و تصوف اس کے حق میں خوب تر

جو چھپا دے اس کی آنکھوں سے تماشائے حیات

معانی: تصوف: روحانیت کا علم، اصلاح باطن کا طریقہ ۔ تماشائے حیات: زندگی کا دلچسپ اور قابل دید نظارہ ۔ خوب تر: زیادہ اچھا ۔

مطلب: مسلمان کے لیے وہ شاعری اور وہ روحانی علم و عمل ہی زیادہ اچھا ہے جس کی بدولت وہ عملی زندگی سے بیگانہ اور زندگی کے دلچسپ نظاروں سے محروم رہے اور ایسی روحانیت کے طور طریقوں سے منع کرتا ہے جس سے وہ زندگی کی اصل حقیقت سے بے گانہ ہو جائے ۔ یہاں تصوف سے مراد مطلق تصوف یا اسلامی تصوف نہیں بلکہ ایسا تصوف ہے جو رہبانیت کا ہم پلہ ہے ۔

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں

ہے حقیقت جس کے دیں کی احتسابِ کائنات

معانی: ہر نفس: ہر سانس، ہر لمحہ ۔ اس امت: مسلمان قوم ۔ دین: مذہب، مراد ہے مذہب اسلام ۔ حقیقت: اصلیت ۔ احتساب کائنات: دنیا کا اور دنیا والوں کا محاسبہ کرنا یا باز پرس کرنا ۔ بیداری: جاگ اٹھنا ۔

مطلب: میں ہر لمحہ اس مسلمان قوم کے جاگ اٹھنے سے ڈرتا ہوں جو اس وقت غفلت کی نیند سوئی ہوئی ہے ۔ کیونکہ صرف اسی کا مذہب یعنی مذہب اسلام ہی وہ مذہب ہے جو پوری کائنات پر نظر رکھتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کہاں خرابی ہے اور کہاں اچھائی ہے اور جہاں خرابی ہو اس کو دور کرتا ہے اور جہاں اچھائی ہو اسے اور پھیلاتا ہے اور برائی سے روکتا ہے نیکی کی تلقین کرتا ہے ۔

مست رکھو ذکر و فکرِ صبحگاہی میں اسے

پختہ تر کر دو مزاجِ خانقاہی میں اسے

معانی: ذکر و فکر: اللہ کا ذکر کرنا اور اس کی صفات میں غور کرنا ۔ صبح گاہی: صبح کے وقت کا ۔ پختہ تر: زیادہ پکا ۔ مزاج: طبیعت ۔ خانقاہی: رہبانیت ۔

مطلب: اللہ کا ذکر کرنا اور اس کی صفات میں غور کرنا اور پھر اپنی اور کائنات کی حقیقت سے آشنا ہونا اسلامی عبادت اور اسلامی تصوف کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے ۔ لیکن جب یہ ذکر و فکر اسے عملی دنیا سے بے گانہ کر دے تو یہی اس کے لیے زہر قاتل بن جاتا ہے ۔ آج کے مسلمان چونکہ اس دوسرے قسم کے ذکر و فکر میں مشغول ہیں اور عملی زندگی سے بیگانہ ہو چکے ہیں اس لیے شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ تم اسے صبح کے وقت کے اس ذکر و فکر میں مشغول اور مست رکھو جس سے اس کا رہبانی مزاج اور پکا ہو جائے اور وہ عملی دنیا سے غافل دوسروں کا محتاج اور غلام بنا رہے ۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ اگر وہ ذکر و فکر کی اصل حقیقت سے آگاہ ہو گیا تو ہمارے نظام کی دھجیاں بکھیر دے گا ۔

بڈّھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو

ہو تیرے بیاباں کی ہوا تجھ کو گوارا

اس دشت سے بہتر ہے نہ دلی، نہ بخارا

تعارف: بلوچ ایک قبیلہ ہے جو برصغیر کے شمال کے علاقہ بلوچستان میں آباد ہے ۔ بلوچ اس قبیلے کا ایک فرد)

معانی: گوارا: پسندیدہ ۔ بیاباں : دشت ۔ دلی: برصغیر کا ایک شہر۔ بخارا: وسطی ایشیا کا ایک شہر۔

مطلب: بڈھا بلوچ اپنے بیٹے کو کہتا ہے کہ دلی اور بخارا بڑے پر رونق شہر ہیں اور وہاں زندگی کی ہر قسم کی سہولتیں اور عشرت موجود ہے لیکن جو بات تیرے علاقہ بلوچستان میں ہے وہ ان شہروں میں کہاں ہے ۔ یہ علاقہ اگرچہ بیابان ہے ۔ یہاں آبادی کم اور خشک علاقے اور پہاڑ زیادہ ہیں لیکن جو آزادی اور خوش گواری یہاں ہے وہ شہروں میں کہاں ۔ خدا کرے کہ اس علاقہ کی آب و ہوا تجھ کو پسند رہے (بڈھا بلوچ حقیقی نہیں ایک خیالی کردار ہے ۔) ۔

جس سمت میں چاہے صفتِ سیلِ رواں چل

وادی یہ ہماری ہے ، وہ صحرا بھی ہمارا

معانی: صفت: مثل، مانند۔ سیل رواں : بہتا ہوا سیلاب ۔ سمت: طرف ۔ وادی: دو پہاڑوں کے درمیان کی جگہ ۔ صحرا: جہاں سبزہ زار نہ ہو، ریت ہو۔

مطلب: بلوچستان کا علاقہ وسیع ہے ۔ شہروں کی طرح محدود نہیں ۔ یہاں پہاڑوں کے درمیان وادیاں بھی ہیں ریگستان بھی ہے تو جس طرف کو چاہے بہتے ہوئے سیلاب کی طرح نکل جا۔ تجھے کوئی روکنے والا نہیں ۔

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں

پہناتی ہے درویش کو تاجِ سرِ دارا

معانی: غیرت: اپنی عزت یا عزت نفس برقرار رکھنے کا جذبہ ۔ جہان تگ و دو: یہ دنیا جہاں زندگی گزارنے کے لیے بڑی دوڑ دھوپ کرنی پڑتی ہے ۔ درویش: خدا سے لو لگائے ہوئے دنیاوی سازوسامان سے بے گانہ شخص ۔ تاج سردارا: دارا کے سر کا تاج، دارا ایران کا ایک بادشاہ گزرا ہے ۔

مطلب: انسان کے لیے اصل سرمایہ دنیا کا سازوسامان اور آرائش وآسائش نہیں بلکہ اپنی عزت اور عزت نفس کو برقرار رکھنا ہے ۔ یہ وہ جذبہ ہے جو خدا مست اور دنیا سے بے نیاز شخص کو دارا کا تاج پہناتی ہے ۔ وہ بوریا نشیں ہو کر بھی تخت نشیں ہوتا ہے اس لیے تو اسے علاقے میں دلی اور بخارا جیسی رونق نہ ہونے کو دیکھ بلکہ یہ دیکھ کہ جو عزت نفس تو یہاں ملحوظ خاطر رکھ سکتا ہے وہ ان شہروں میں نہیں ہے ۔

حاصل کسی کامل سے یہ پوشیدہ ہنر کر

کہتے ہیں کہ شیشہ کو بنا سکتے ہیں خارا

معانی: کامل: اللہ وہ بندہ جو درویشی میں کمال رکھتا ہے، مراد فقیر یا ولی یا درویش ۔ پوشیدہ: ہنر: چھپا ہوا ۔ خارا: پتھر ۔

مطلب: یہ چھپا ہوا فن یا باطنی علم کہ جس کی بدولت دارا کا تخت و تاج ایک درویش کے پاؤں کے نیچے ہوتا ہے اور بادشاہ اس کے در کے غلام بن جاتے ہیں کسی مرد کامل، کسی ولی کو ڈھونڈ کر اس سے حاصل کر کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ اس میں شیشے کو پتھر بنانے کی صلاحیت ہوتی ہے ۔ مراد ہے دنیاوی سازوسامان اور شان وشکوہ نہ رکھنے والے کو ایسی بے نیازانہ شان عطا کرتا ہے کہ دنیاوی جاہ و جلال والے بھی اس کی چوکھٹ پر سر جھکاتے ہیں ۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

معانی: افراد: فرد کی جمع، اشخاص ۔ اقوام: قوم کی جمع ۔ تقدیر: قسمت ۔ ملت: قوم یہاں مراد ہے ۔ مقدر: نصیب، قسمت ۔

مطلب: یہاں بڈھا بلوچ فرد اور جماعت کے تعلق کو بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ قوموں کی قسمت کا اچھا یا برا ہونا ان کے اشخاص پر منحصر ہے ۔ اگر فرد اچھے ہوں گے تو قوم بھی اچھی ہوگی اگر افراد برے ہوں گے تو قوم بھی بری ہوگی ۔ میں مسلمان قوم کے ایک ایک شخص کو اس قوم کے نصیب کا نشان سمجھتا ہوں ۔ اگر یہ ستارے بابرکت ہوں گے مراد ہے مسلمان فردا فردا اچھے ہوں گے تو مسلمان قوم بھی اچھی ہوگی ۔

محروم رہا دولتِ دریا سے وہ غواص

کرتا نہیں جو صحبتِ ساحل سے کنارا

معانی: محروم: بے نصیب ۔ دولت دریا: دریا کی دولت، موتی وغیرہ ۔ غواص: غوطہ لگانے والا ۔ کنارا کرنا: ساحل کو چھوڑنا ۔

مطلب: دریا میں موتی حاصل کرنے کے لیے غوطہ لگانے والا جو غوطہ خور ساحل پر ہی بیٹھا رہتا ہے اور دریا میں غوطہ نہیں لگاتا وہ موتیوں کی دولت سے بے نصیب رہتا ہے ۔ مراد یہ ہے کہ دنیا میں قوموں کی خوش حالی کا دارومدار ان کے افراد کی عملی میدان میں دوڑ دھوپ پر ہے ۔ جس قوم کے افراد محنت کش، باعمل اور باغیرت ہوتے ہیں وہ قوم ترقی پر فائز ہو جاتی ہے اور اگر اس کے برعکس ہو تو ان کی بے عملی اور بے غیرتی قوم کو لے ڈوبتی ہے ۔

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت

ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

معانی: دیں : مذہب اسلام ۔ ملت: مسلمان قوم ۔ تجارت: کاروبار ۔ خسارہ: گھاٹا ۔

مطلب: اگر اپنے مذہب کو چھوڑ کر مسلمان دوسروں کی غلامی سے آزاد ہوتے ہیں تو اس کاروبار میں مسلمان کا گھاٹا ہے ۔ کیونکہ اس کا اصل سرمایہ اس کا مذہب ہے ۔ آج کل سیاست سے دین کو الگ رکھنے کا مسلمانوں میں ابلیسی نظام نے جو رجحان پیدا کر رکھا ہے اس شعر میں اس کی طرف اشارہ ہے ۔

دنیا کو ہے پھر معرکہَ روح و بدن پیش

تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا

معانی: معرکہ روح و بدن: روح اور جسم یا من اور تن میں جنگ ۔ تہذیب: جدید تہذیب، مغرب کی تہذیب ۔ درندہ: جنگل کا خونخوار جانور ۔

مطلب: مغربی تہذیب وثقافت، علوم وفنون اور سیاسی و معاشرتی نظاموں نے انسانوں کو جنگل کے خونخوار جانور بنا کر رکھ دیا ہے ۔ ہر کوئی بدن کی آسائش کے درپے ہے اور روح اور اس کے تقاضوں کو بھول چکا ہے ۔ ایسا جسم جو روحانی قدروں کے بغیر ہو انسان نما حیوان کا ہی ہو سکتا ہے ۔ آج پھر روح اور جسم میں جنگ چھڑی ہوئی ہے ۔ اس کا علاج صرف اسلام کے پاس ہے ۔ اگر پہلے مسلمان قوم خود اور پھر ان کی پیروی میں اقوام دین اسلام کے بدن و روح دونوں کی پرورش کرنے والے نظام کو اپنا لیں تو افراد بھی صفاتی اعتبار سے انسان رہ سکتے ہیں اور اقوام بھی درندوں کی بجائے انسانوں پر مشتمل ہو سکتی ہے ۔

اللہ کو پامردیِ مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

معانی: پامردی: استقلال ۔ بھروسا: اعتبار ۔ ابلیس: شیطان ۔ یورپ کی مشینوں کا سہارا: یورپ کی صنعتی ترقی کا اور ہر میدان میں مشینوں کے استعمال پر بھروسا ۔

مطلب: روح اور بدن کے اس معرکہ میں جس کا اوپر کے شعر میں ذکر ہوا ہے دو فریق آمنے سامنے ہیں ۔ ایک فریق اللہ ہے اور دوسرا شیطان ۔ اللہ کو اہل ایمان کے استقلال پر بھروسا ہے کہ اگر انھوں نے دین کے میدان میں مضبوطی سے اپنے پاؤں جمارکھے تو فتح روح کی ہوگی انسان کی ہوگی ۔ اس کی مقابلے میں اگر یورپ کی صنعتی ترقی والی اقوام چھائی رہیں تو پھر شیطان کی فتح ہوگی ۔ بدن فربہ ہو جائے گا روح مٹ جائے گی ۔ انسان نما درندے پیدا ہوتے رہیں گے انسان ختم ہو جائیں گے ۔

تقدیرِ امم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارا

معانی: امم: امت کی جمع، قومیں ۔ فراست: دانائی، بصیرت ۔ تقدیر: قسمت، نصیب ۔

مطلب: قوموں کی تقدیر، نصیب یا قسمت میں کیا ہے کوئی نہیں کہہ سکتا ۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اگر کوئی مرد مومن ہو کوئی اللہ کا کامل مرد ہو تو اس کی بصیرت میں یہ صفت پوشیدہ ہے کہ وہ اپنے ایک اشارے سے قوم کی تقدیر بدل سکتا ہے ۔ کوئی وقت تھا کہ مسلمان قوم میں ایسے بے شمار مرد کامل ہوتے تھے اب مسلمان اس مرد درویش یا مرد فقیر یا مرد مومن کو ترس گئے ہیں ۔

اخلاصِ عمل مانگ نیاگانِ کہن سے

شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا

معانی: اخلاص عمل: عمل میں خلوص ۔ نیاگان کہن: قدیم زمانے کے بزرگ ۔ شاہاں: شاہ کی جمع، بادشاہ ۔ چہ عجب: کیا عجب ہے ۔ بنوازند: نواز دیں ۔ گدارا: غریب کو، بھکاری کو۔

مطلب: اے عہد حاضر کے مسلمان اے میرے بیٹے عمل میں اخلاص پیدا کر ۔ اور یہ اخلاص عمل اپنے پرانے اور گزرے ہوئے بزرگوں سے مانگ ۔ کیونکہ ان کا ہر عمل اللہ کے لیے ہوتا ہے ۔ ذاتی اغراض کے لیے نہیں ۔ اگر تیرے پاس بھی یہ اخلاص عمل آگیا تو پہلے کی طرح تو دنیا میں پھر سرفراز ہو سکتا ہے ۔ کیا عجب ہے کہ بادشاہ بھکاری کو نواز دیں اور اسے ہر احتیاج سے سرخرو کر دیں مراد ہے کہ اے مسلمان اگر تو پھر سے اپنے اعلیٰ ماضی کے بزرگوں کی روایات کو اپنا لے تو سرفرازی پھر تیری قسمت بن سکتی ہے ۔

تصویر و مصور

تصویر

کہا تصویر نے تصویر گر سے

نمائش ہے مری تیرے ہنر سے

تعارف: یہ ایک تمثیلی نظم ہے جس میں تصویر اور مصور کے دو کردار علامتی اور استعاراتی انداز میں پیش کئے گئے ہیں ۔ تصویر سے مراد آدمی ہے اور مصور سے مراد خدا ہے ۔ کوئی تصویر بھی از خود موجود نہیں ہوتی بلکہ مصور کے بنانے سے بنتی ہے ۔ آدمی کو بھی اس کے خالق خدا نے تخلیق کیا ہے یہ از خود وجود میں نہیں آیا ۔

معانی: تصویر گر: تصویر بنانے والا، مصور ۔ نمائش: ظہور، وجود ۔ ہنر: فن، قوت تخلیق ۔

مطلب: تصویر(آدمی) نے اپنے بنانے والے مصور (خالق خدا) سے کہا میرا وجود تیرے فن تیری صفت تخلیق کی وجہ سے ہے ۔

ولیکن کس قدر نا منصفی ہے

کہ تو پوشیدہ ہو میری نظر سے

معانی: نا منصفی: بے انصافی ۔ پوشیدہ: چھپا ہوا ۔

مطلب: لیکن یہ کس قدر بے انصافی کی بات ہے کہ تو جس نے مجھے تخلیق کیا ہے میری نظر سے چھپا ہوا رہے ۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تو مجھ پر اپنا آپ ظاہر کر دے تاکہ میں تجھے دیکھ سکوں ۔

مصور

گراں ہے چشم بینا دیدہ ور پر

جہاں بینی سے کیا گزری شرر پر

معانی: گراں : بھاری ۔ چشم بینا: دیکھنے والی آنکھ ۔ دیدہ ور: دیکھنے والا ۔ جہاں بینی: جہان کو دیکھنا ۔ شرر: چنگاری ۔

مطلب: مصور (خدا) نے جواب دیا ۔ دیکھنے والے کی آنکھ، دیکھنے والے پر بھاری ہوتی ہے ۔ تو نے دیکھا نہیں کہ چنگاری نے جہان کو دیکھنے کی خواہش کی تھی لیکن ہوا کیا وہ جونہی وہ آگ سے اوپر اٹھی فنا ہو گئی ۔ اس لیے اے انسان تیری یہ خواہش کہ تو مجھے دیکھے تجھ پر بھی بھاری ہو گی ۔ اور ایسا کرنے سے تو فنا ہو جائے گا ۔ مراد یہ ہے کہ خدا کہتا ہے کہ میرا دیکھنا اس وقت ممکن ہو سکتا ہے جب تک تو خود کو نہیں پہنچانے گا ۔

نظر، درد و غم و سوز و تب و تاب

تو اے ناداں قناعت کر خبر پر

معانی: نظر: دیکھنا، دیدار ۔ تب و تاب: بے قراری، بے چینی ۔ سوز: جلن، تپش ۔ قناعت: صبر ۔ خبر: علم ۔ ناداں : بے وقوف ۔

مطلب: دیدار کی راہ بڑی کٹھن ہے اس میں طالب دیدار کو درد، غم، تپش اور بے قراری سے واسطہ پڑتا ہے اس لیے تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ تو صرف خبر پر صبر کر تو میرے متعلق اتنی بات تک اپنے آپ کو محدود رکھ جو پیغمبروں اور ان پر اتری ہوئی کتابوں کے ذریعے تجھے معلوم ہوئی ہے ۔

تصویر

خبر، عقل و خرد کی ناتوانی

نظر دل کی حیاتِ جاودانی

معانی: خرد: عقل ۔ ناتوانی: کمزوری ۔ خبر: علم ہونا ۔ نظر: دیکھنا ۔ حیات جاودانی: ہمیشہ کی زندگی ۔
مطلب: خدا کی بات سن کر آدمی کہتا ہے کہ تیری محض خبر رکھنا یعنی صرف علم رکھنا کہ تو کہیں ہے عقل کی کمزوری کی دلیل ہے جب کہ تیرا دیدار میرے دل کی ہمیشہ کی زندگی کا باعث ہو گی ۔

نہیں ہے اس زمانے کی تگ و تاز

سزوارِ حدیثِ لن ترانی

معانی: اس زمانے: موجود دور، عہد حاضر ۔ تگ و تاز: دوڑ دھوپ ۔ سزاوار: لائق ۔ حدیث لن ترانی: تو مجھے نہیں دیکھ سکتا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا تھا ۔
مطلب: عہد حاضر دوڑ دھوپ کا زمانہ ہے نئی نئی ایجادات کا عہد ہے ۔ اس دور میں تیرا یہ کہنا کہ اے انسان تو مجھے نہیں دیکھ سکتا اس زمانے کے تقاضوں کے اور مطابق نہیں ہے تو ضرور مجھے اپنا دیدار کرا ۔

مصور

تو ہے میرے کمالاتِ ہنر سے

نہ ہو نومید اپنے نقش گر سے

معانی: کمالات ہنر: فن کا عروج، فن کی انتہا ۔ نومید: نا امید ۔ نقش گر: تصویر بنانے والے ۔ دیدار: دیکھنا ۔ پنہاں : پوشیدہ ۔

مطلب : آدمی کا جواب سن کر اور اس کی دیدار کی آرزو کی پختگی کو دیکھ کر مصور (خدا) کہتا ہے کہ میں نے اپنے ہنر اور فن تخلیق سے جتنے بھی نقش بنائے ہیں ان میں سب سے تصویر بنانے پر میں نے اپنے فن کی انتہا کر دی ہے ۔ تجھ سے بڑھ کر میں نے کوئی اور نقش کائنات میں تخلیق نہیں کیا میں نے تجھے اشرف المخلوقات بنایا ہے اس لیے تو اپنے بنانے والے سے یا اپنے خالق سے نا امید نہ ہو تو اسے ضرور دیکھ سکتا ہے ۔

مرے دیدار کی ہے اک یہی شرط

کہ تو پنہاں نہ ہو اپنی نظر سے

معانی: پنہاں : پوشیدہ ۔

مطلب: تو اپنے خالق سے نا امید نہ ہو تو اسے ضرور دیکھ سکتا ہے لیکن اس کے لیے صرف ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ تو اپنی نظر سے پوشیدہ نہ رہ ۔ مراد یہ ہے کہ پہلے اپنے آپ کو دیکھ اپنی حقیقت کو پہچان جب تو ایسا کر لے گا تو پھر تو مجھے دیکھ لے گا جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے خدا کو پہچان لیا کے مقولے کے تحت تجھے میرا دیدار میسر آ جائے گا ۔ لیکن ایسا عہد حاضر کی علمی ترقی کے ذریعے ممکن نہیں ہو گا اس کا طریقہ صرف اللہ کے کسی مرد کامل کی صحبت سے ہاتھ آئے گا ۔ اس کے طریقت اور معرفت کا راستہ اختیار کرنا پڑے گا ۔

عالمِ برزخ

مردہ اپنی قبر سے

کیا شے ہے کس امروز کا فردا ہے قیامت

اے میرے شبستانِ کہن! کیا ہے قیامت

معانی: شے: چیز۔ امروز: آج ۔ فردا: آنے والی کل ۔ قیامت: وہ دن جب دنیا فنا ہو جائے گی اور تمام مردے اپنی قبروں سے حساب کتاب دینے کے لیے نکل آئیں گے ۔ شبستان: رات گزارنے کی جگہ، خواب گاہ، رات کی انجمن ۔ کہن : پرانا ۔

مطلب: قیامت کیا چیز ہے اور یہ کس آج کی ہونے والی کل ہے ۔ اے میری قبر! اے میری پرانی خواب گاہ قیامت کیا ہے ۔

قبر

اے مردہَ صد سالہ! تجھے کیا نہیں معلوم

ہر موت کا پوشیدہ تقاضا ہے قیامت

معانی: مردہ صد سالہ: سو سالہ مردہ، پرانا ۔ پوشیدہ: چھپا ہوا ۔ تقاضا: ضرورت، لازمی، انجام ۔

مطلب: اے سو سالہ مرے ہوئے مردے کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ ہر موت کے پیچھے اس کی جو ضرورت ہے یا ہر

موت کا جو چھپا ہوا لازمی نتیجہ ہے وہ قیامت ہے یعنی ہر مرنے والے نے ایک دن حساب کتاب دینے کے لیے اٹھنا ہے اس دن کا نام قیامت ہے یہ ایسا دن ہے جو ہر مرنے والے لازماً پیش آنا ہے ۔

مردہ

جس موت کا پوشیدہ تقاضا ہے قیامت

اس موت کے پھندے میں گرفتار نہیں میں

معانی: پوشیدہ: چھپا ہوا ۔ پھندہ: جال ۔ گرفتار: پھنسا ہوا ۔

مطلب: اے قبر جس موت کا چھپا ہوا لازمی نتیجہ یا ضرورت قیامت ہے میں اس جال میں پھنسا ہوا نہیں ہوں ۔ میں وہ مردہ ہوں جو قیامت کے دن بھی اپنی قبر میں سویا رہے گا ۔

ہرچند کہ ہوں مردہَ صد سالہ ولیکن

ظلمت کدہَ خاک سے بیزار نہیں میں

معانی: ہرچند: اگرچہ ۔ مردہ صد سالہ: سو سال پرانا مردہ ۔ ظلمت کدہ خاک: مٹی کے اندر تاریکیوں کا گھر ۔ بیزار: اکتایا ہوا ۔

مطلب: اگرچہ مجھے مرے ہوئے سو سال گزر چکے ہیں لیکن میں اپنے مٹی کے اس تاریک گھر سے جس کا نام قبر ہے اکتایا ہوا نہیں ہوں ۔ میں قیامت کے دن بھی اپنے قبر کے گھر کو نہیں چھوڑوں گا ۔

ہو رُوح پھر اک بار سوارِ بدنِ زار

ایسی ہے قیامت تو خریدار نہیں میں

معانی: سوار بدن زار: کمزور اور مٹے ہوئے جسم پر سوار ۔

مطلب: اگر قیامت اس کا نام ہے کہ مرے ہوئے جسموں میں پھر روح داخل کر کے ان کو زندہ کیا جائے گا تو ایسی قیامت سے مجھے کوئی سروکار نہیں ۔ اس کا میں خریدار نہیں کیونکہ مجھے جو لطف قبر کے تاریک خانہ میں روح اور زندگی کے بغیر مل رہا ہے ۔ وہ زندہ ہو کر نہیں ملے گا ۔ زندہ ہو کر تو زندگی کے کام کاج کا بوجھ پھر اٹھانا پڑے گا اور پھر سے عمل اختیار کرنا پڑے گا ۔ اس کے برعکس یہاں نہ محنت ہے نہ مشقت ہے آرام ہی آرام ہے ۔ مجھے دوبارہ زندہ ہونے کی ضرورت نہیں ۔

صدائے غیب

نے نصیب مار و کژدم نے نصیب دام و دد

ہے فقط محکوم قوموں کے لیے مرگِ ابد

مطلب: نے: نہیں نصیب: قسمت ۔ مار: سانپ ۔ کژدم: بچھو۔ محکوم: غلام ۔ دام و دد: درندے ۔

مطلب: مردہ کی بات سن کر غیب سے ایک آواز آتی ہے کہ اے صد سالہ مردے تو زندہ نہیں ہونا چاہتا اور ہمیشہ کی موت سونا چاہتا ہے یہ تو سانپِ بچھو، درندہ وغیرہ کی بھی قسمت میں نہیں ہے ۔ اور تو انسان ہو کر ہمیشہ کی موت سے محبت کر رہا ہے اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہونے کے عمل سے اکتایا ہوا ہے معلوم ہوتا ہے تو کسی غلام قوم کا فرد ہے ۔ اسی لیے دوبارہ زندہ ہونے سے بچ رہا ہے کیونکہ ایسی موت غلام کی ہو سکتی ہے آزاد کی نہیں ۔

بانگِ اسرافیل ان کو زندہ کر سکتی نہیں

روح سے تھا زندگی میں بھی تہی جن کا جسد

معانی: بانگ اسرافیل: اسرافیل کی آواز، اسرافیل ایک فرشتہ ہے جو قیامت کے روز ایک آلہ بنام صور میں سے بلند آواز پیدا کرے گا ۔ جس کے سننے سے سارے مردے جی اٹھیں گے ۔ تہی: خالی ۔ جسد: جسم، بدن ۔

مطلب: غلام کی زندگی بھی موت کے برابر ہوتی ہے ۔ اس کا جسم روح سے خالی ہوتا ہے ان معنوں میں کہ وہ زندہ ضرور ہوتا ہے لیکن اس کے جسم و روح پر اس کے آقا کا حکم چلتا ہے ۔ وہ ایک زندہ جنازہ ہوتا ہے ۔ جس مردہ کی زندگی کی یہ صورت ہو اس کو تو اسرافیل فرشتے کے صور پھونکنے کی آواز بھی زندہ نہیں کر سکے گی ۔

مر کے جی اٹھنا فقط آزاد مردوں کا ہے کام

گرچہ ہر ذی روح کی منزل ہے آغوشِ لحد

معانی: فقط: صرف ۔ ذی روح: روح رکھنے والا، مراد آدمی، انسان ۔ آغوش لحد: قبر کی آغوش ۔

مطلب: صدائے غیب ایک قاعدہ ایک کلیہ ایک اصول بیان کرتی ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ جینا آزاد لوگوں کی قسمت میں لکھا گیا ہے ۔ اگرچہ ہر روح والے ہر زندہ آدمی کو ایک نہ ایک دن مر کر قبر کی گود میں جانا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ غلام اس گود میں ہمیشہ کے لیے سویا رہے گا لیکن آزاد مر کر پھر جی اٹھے گا ۔

قبر (اپنے مردہ سے

آہ ظالم ! تو جہاں میں بندہَ محکوم تھا

میں نہ سمجھی تھی کہ ہے کیوں خاک میری سوزناک

معانی: بندہ محکوم: غلام آدمی ۔ خاک: مٹی ۔ سوزناک: جلن والی ۔

مطلب: صدائے غیب سن کر اور مردے کی دوبارہ زندہ نہ ہونے کی خواہش کو دیکھ کر قبر چلا اٹھتی ہے کہ اے وہ شخص جو

میری گود میں سویا ہوا ہے تو نے مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے کہ غلام ہو کر میری گود میں آرام کرنے کے لیے آگیا ہے ۔ جب سے تو آیا ہے میری مٹی میں جلن پیدا ہو گئی ہے ۔ یہ صرف اس لیے ہوئی ہے کہ تو زندگی میں غلام تھا ۔

تیری میت سے مری تاریکیاں تاریک تر

تیری میت سے زمیں کا پردۂ ناموس چاک

معانی: میت: نعش ۔ تاریک تر: زیادہ تاریک زیادہ اندھیری ۔ پردہ ناموس: عزت کا پردہ ۔ چاک: پھٹنا ۔
مطلب: تیری نعش سے وہ اندھیرا جو میرے اندر پہلے سے موجود تھا اور بڑھ گیا ہے ۔ تیری نعش نے تو زمین کا پردہ بھی پھاڑ دیا ہے ۔ تیرے زمین میں آنے سے زمین کی عزت بھی برباد ہو گئی ہے ۔

الحذر! محکوم کی میت سے سو بار الحذر

اے اسرافیل! اے خدائے کائنات! اے جانِ پاک

معانی: الحذر: ڈرو ۔ محکوم: غلام ۔ میت: نعش ۔ سوبار: بہت زیادہ، ہر وقت ۔ سرافیل: ایک فرشتہ کا نام جس کے ایک آلہ کے پھونکے جانے پر قیامت کے دن مردے زمین سے اٹھ کھڑے ہوں گے ۔
مطلب: ڈرو محکوم کی نعش سے بار بار ڈرو ۔ ہر وقت ڈرو اے قیامت کے روز صور پھونکنے والے فرشتہ تو کہاں ہے ۔ جلد صور پھونک تاکہ میری گود اس میت سے خالی ہو جائے ۔ اے کائنات کے خدا تو اس مردے سے میری گود کو خالی کر دے اور اس کی جگہ کوئی پاک جان میرے سپرد کر دے ۔ کوئی ایسی جان جو غلامی کی آلودگی سے پاک ہو ۔

صدائے غیب

گرچہ برہم ہے قیامت سے نظامِ ہست و بود

ہیں اسی آشوب سے بے پردہ اسرارِ وجود

معانی: نظام ہست وبود: دنیا کا نظام ۔ بے پردہ اسرار وجود: وجود کے بھید کا ظاہر ہونا ۔ وجود: ہستی، زندگی ۔ آشوب: ہنگامہ، شورش ۔ اسرار: سرکی جمع، بھید ۔ برہم: منتشر ۔ ہست وبود: وہ دینا جو اس وقت وجود رکھتی ہے اور پہلے عدم تھی اور پھر عدم ہو جائے گی ۔

مطلب: اگرچہ قیامت برپا ہونے سے دنیا کا نظام منتشر ہو جائے گا لیکن اس ہنگامہ سے اس دنیا کے اور اس زندگی کے بھید ظاہر ہو جائیں گے ۔ اور جو کچھ کسی نے اپنی زندگی میں کیا ہے وہ سب کچھ اس کے سامنے آجائے گا ۔ اور پرانی زندگی کی جگہ نئی زندگی لے گی ۔

زلزلے سے کوہ و در اڑتے ہیں مانندِ سحاب

زلزلے سے وادیوں میں تازہ چشموں کی نمود

معانی: زلزلہ: بھونچال ۔ کوہ: پہاڑ ۔ سحاب: بادل ۔ وادی: دو پہاڑوں کے درمیان کا میدان ۔ نمود: ظاہر ۔

مطلب: صدائے غیب نے بھونچال کی مثال دے کر دنیا اور اس کے بعد کی زندگی کی صورت حال سمجھائی ہے اور کہا ہے کہ بھونچال سے جہاں پہاڑ گھاٹیاں اور درے اور آبادیاں تباہ ہو جاتی ہیں اور وہ بادل کی مانند اڑتی نظر آتی ہیں وہاں پہاڑوں سے چشمے بھی پھوٹ پڑتے ہیں ۔ اور ان کے درمیان کے میدان سیراب ہونے لگتے ہیں اور وہ ہرے بھرے ہو جاتے ہیں ۔ قیامت بے شک اس کائنات کو جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں برباد کر دے گی لیکن اس سے ایک نئی دنیا ایک نئے جہان اور ایک نئی زندگی کا آغاز ہو گا ۔

ہر نئی تعمیر کو لازم ہے تخریبِ تمام

ہے اسی میں مشکلاتِ زندگانی کی کشود

معانی: تعمیر: آبادی ۔ لازم ہے: ضروری ہے ۔ تخریب: تباہی ۔ تمام: مکمل، بالکل ۔ زندگانی: زندگی ۔ کشود: کھلنا، حل ۔

مطلب: اصول یہ ہے کہ نئی آبادی کے لیے پرانی آبادی کو بالکل ختم کرنا پڑتا ہے ۔ زندگی کی مشکلات کے حل کے لئے کائنات کو ایک نہ ایک دن ختم کرنا اور اس کی جگہ ایک نئی کائنات کو جگہ دینا ضروری ہے ۔ قیامت برپا ہونے سے انسان کی موجودہ زندگی اور اس کی مشکلات ختم ہو جائیں گی اور اسے اس کی جگہ ایک نئی طرز کی زندگی مل جائے گی وہ جسے آخرت کی زندگی کہتے ہیں ۔

زمین

آہ یہ مرگِ دوام! آہ یہ رزمِ حیات

ختم بھی ہوگی کبھی کشمکشِ کائنات

معانی: مرگ دوام: ہمیشہ کی موت ۔ رزم حیات: زندگی کی جنگ ۔ آہ: افسوس ہے ۔ کشمکش کائنات: کائنات میں جو کھینچا تانی ہے زندگی کی جو تگ و دو ہے ۔

مطلب: قبر، مردہ اور صدائے غیب کی ساری باتیں سننے کے بعد زمین کہتی ہے کہ مجھے افسوس ہے اس موت پر جو ہمیشہ کے لیے ہوگی ۔ جس میں مر کر جی اٹھنے کی بات نہیں ہوگی اس پر جو غلام کی زندگی ہے مجھے افسوس ہے جس میں کوئی شکست کھاتا ہے اور کوئی جیت جاتا ہے ۔ دنیا کے اندر یہ جو انسانی تگ و دو کا عمل ہے یہ کسی دن ختم بھی ہو گا یا نہیں ہو گا مراد ہے کہ اس کے خاتمے پر ہی میں مطمئن ہوں گی اور یہ خاتمہ قیامت برپا ہونے پر ہی ہو گا ۔

عقل کو ملتی نہیں اپنے بتوں سے نجات

عارف و عامی تمام بندۂ لات و منات

معانی: نجات: رہائی ۔ عارف: خدا کی پہچان رکھنے والا، خاص آدمی ۔ عامی: عام آدمی ۔ بندہ: غلام ۔ لات و منات: دو بتوں کے نام ۔

مطلب: اس دور میں عشق اور جذبہ مغلوب ہو چکا ہے اور ہر طرف عقل کی حکمرانی نظر آتی ہے ۔ ایسی عقل جس نے غیر اللہ اور غیر یقینی کے طرح طرح کے بت تراش رکھے ہیں اور آدمی عام ہو یا خاص ہو خدا کی معرفت کا دعویٰ کرنے والا ہو یا اس کی پہچان سے غافل ہو سب اس عقل کے گھڑے ہوئے طرح طرح کے اور رنگ رنگ کے بتوں کے غلام بنے ہوئے ہیں اور اللہ کے غلام کہیں بھی نظر نہیں آتے نتیجہ یہ ہے کہ معاشرے میں ہر طرف شیطنت پھیلی ہوئی ہے ۔

خوار ہوا کس قدر آدمِ یزداں صفات

قلب و نظر پر گراں ایسے جہاں کا ثبات

معانی: خوار: ذلیل ۔ کس قدر: کتنا ۔ آدم یزداں صفات: خدا کی صفات رکھنے والا آدمی ۔ آدم: آدمی ۔ یزداں: خدا ۔ صفات: صفت کی جمع ۔ قلب: دل ۔ گراں: بھاری، بوجھل ۔ جہاں: دنیا ۔ ثبات: پائیداری، قائم رہنا ۔

مطلب: اس دور میں مغرب کی تہذیب و ثقافت، علم و ہنر اور سیاسی داوَ پیچ کی بنا پر وہ آدمی جو خدا کی صفتوں کا مظہر کہا جاتا ہے جتنا ذلیل ہوا ہے پہلے کبھی نہیں ہوا ۔ آدم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نائب اور خلیفہ کے طور پر زمین پر بھیجا تھا ۔ اس میں اپنی صفتوں کے اظہار سے اسے جملہ مخلوق کا سردار اور ہر دوسری مخلوق سے افضل بنایا تھا ۔ ظاہر ہے ایسا آدمی شیطان سے مات نہیں کھا سکتا لیکن آج کے دور کا آدمی اپنے مقام اور درجہ کو بھلا کر شیطان کے قدموں میں گرا ہوا ہے ۔ اس نے اپنی شرافت اور بزرگی کو خود ہی روند ڈالا ہے ۔ عہد حاضر کا یہ جہان جس میں آدمیت اور انسانیت کی

اس حدتک تذلیل ہوئی ہے کہ شیطان اس سے شرماتا ہے اس قابل نہیں ہے کہ قائم رہے یہ ایک اچھے اور صحیح انسان کے دل اور نگاہ پر بوجھ بنا ہوا ہے ۔

کیوں نہیں ہوتی سحر حضرتِ انساں کی رات

معانی: سحر: صبح ۔ حضرت: بزرگی کا کلمہ ہے، مراد جناب، حضور ۔

مطلب: وہ انسان جس کے حضور اور جس کی جناب میں کبھی فرشتوں نے سجدہ کیا تھا اور جسے نائب خدا اور خلیفہ خدا کا مقام حاصل تھا اور اس دور میں اپنی حقیقت کو بھول کر ایسا شیطان صفت بن چکا ہے کہ اس کی زندگی کا جہان رات کی تاریکی کی طرح بے نور اور خوفناک بن چکا ہے ۔ آخر اس کی دنیائے زندگی کی یہ رات کب ختم ہوگی کب وہ اسے صبح روشن میں تبدیل کرے گا ۔ کب وہ اجلا ستھرا اور صحیح انسان بنے گا ۔ کب اسے اس بات کا خیال آئے گا کہ وہ تو ہر مخلوق سے افضل ہے ۔ ہر مخلوق یہاں تک کہ شیطان بھی اس کے تابع ہے ۔ عہد حاضر کے علوم و فنون، عقل و دانش ، تہذیب وتمدن، ثقافت و معاشرت وغیرہ سے جو اہل مغرب نے ہ میں دی ہے یہ امید رکھنا کہ وہ انسانی زندگی کی تاریک رات کو روشن صبح میں تبدیل کر سکے گی فضول ہے ۔ اس لیے ایسے جہان کے قائم رہنے سے جس میں انسان شیطنت کی تاریکی میں زندگی گزار رہا ہے اس کا نہ قائم رہنا ہی بہتر ہے یا پھر کوئی ایسا مرد مومن پھر پیدا ہو جائے جس کے ہاتھوں میں زمان و مکان کے گھوڑے کی لگام ہوتی ہے تاکہ وہ اسے اپنے فکر و عمل کے نقش سے پھر سے انسانوں کے رہنے کے قابل بنا دے ۔

معزول شہنشاہ

(وہ شہنشاہ جسے بادشاہت سے ہٹایا گیا)

ہو مبارک اس شہنشاہِ نکوفر جام کو

جس کی قربانی سے اسرارِ ملوکیت ہیں فاش

تعارف: انگلستان کا ایک بادشاہ ایڈورڈ ہشتم تھا جس نے دسمبر 1936ء میں محض اس لیے اپنے تخت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا تھا کہ اس وقت کا وزیر اعظم اور عیسائیوں کا پیر پادری اسے ایک مطلقہ امریکن خاتون مسز سمپسن سے شادی نہیں کرنے دینا چاہتا تھا ۔ بادشاہ نے بادشاہت چھوڑنے کا اعلان کیا تو علامہ نے یہ نظم سپرد قلم کی، جس میں انگلستان کی بادشاہت کا پول کھولتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اس ملک میں بادشاہت کی کوئی حیثیت نہیں وہ محض دوسری اقوام کو مرعوب کرنے اور غلام رکھنے کے لیے علامت کے طور پر رکھا جاتا ہے

معانی: نکوفرجام: نیک انجام، اچھا انجام ۔ قربانی: کسی اعلیٰ مقصد کی خاطر اپنا سب کچھ لٹا دینا ۔ اسرار ملوکیت: بادشاہت کے راز ۔

مطلب: اس نیک انجام بادشاہ ایڈورڈ ہشتم کو میری طرف سے مبارک ہو جس نے اپنے ایک مقصد کی خاطر تاج و تخت چھوڑ کر انگلستان میں راءج بادشاہت کے راز فاش کر دیئے ہیں ۔

شاہ ہے برطانوی مندر میں اک مٹی کا بت

جس کو کر سکتے ہیں جب چاہیں پجاری پاش پاش

معانی: برطانوی مندر: انگلستان کا مندر، مراد ہے نظام حکومت ۔ پجاری: پوجنے والے، نظام حکومت کو تسلیم کرنے والے ۔ پاش پاش: ٹکڑے ٹکڑے ۔

مطلب: جس طرح بت پرستوں کے مندر میں بتوں کو ان کے ماننے والے پوجتے ہیں اس طرح انگلستان کے حکومتی نظام میں بادشاہ کو بھی بہ ظاہر بہت عزت دی جاتی ہے اور وزرا، اہل مجلس، پیرپادری، عوام وغیرہ سب اس کے آگے سر جھکائے ہوئے ہوتے ہیں لیکن ایڈورڈ ہشتم کی تخت و تاج سے دست برداری کے واقعہ نے یہ رات فاش کر دیا ہے کہ انگلستان میں بادشاہ کی کوئی حیثیت نہیں ۔ اسے حکومت اور مذہب کے کارندے جب چاہیں تخت سے اتار سکتے ہیں ۔

ہے یہ مشک آمیزافیوں ہم غلاموں کے لیے

ساحر انگلیس ! ما را خواجہَ دیگر تراش

معانی: مشک آمیز: مشک ایک قیمتی خوشبودار چیز ہے جو ایک خاص قسم کے ہرن کی ناف سے نکالی جاتی ہے، مشک ملی ہوئی، خوشبودار ۔ افیون: ایک نشہ آور شے ۔ ساحر: جادوگر ۔ انگلیس: انگریز ۔ مارا: ہمارے لیے ۔ خواجہ دیگر: دوسرا آقا ۔ تراش: گھڑلیا، بنا لیا ۔

مطلب: بادشاہ کے تخت سے دستبرداری جن حالات میں ہوئی ہے اس سے انگلستان میں نظام بادشاہت کا یہ راز کھل کر سامنے آگیا ہے کہ وہاں بادشاہت کا نظام غلام قوموں کو پھانسنے اور قابو میں رکھنے کے لیے قائم کیا گیا ہے یہ ایک ایسی نشہ آور چیز افیون کی مانند ہے جس میں مشک کی یا خوشبو کی ملاوٹ کر دی گئی ہے تاکہ کھانے والا، اسے افیون سمجھ کر چھوڑ نہ دے بلکہ کھالے اور اس کے نشہ سے عالم غنودگی میں رہے ۔ مراد ہے عمل سے بے گانہ رہے اور ہم انگریزوں کی حاکمیت کو چیلنج نہ کر سکیں ۔ تم نے دیکھا نہیں کہ ایک بادشاہ کے تخت و تاج سے دست بردار ہونے کے بعد انھوں نے فوراً شاہی خاندان کے ایک اور فرد کو جارج ششم کے لقب سے تخت پر بٹھا دیا ہے ۔ اگر بادشاہت کا خاتمہ ہی مقصود ہوتا تو پھر کسی اور کو بادشاہ نہ بناتے ۔

دوزخی کی مناجات

(دوزخ میں پڑے ہوئے ایک شخص کی خدا سے التجا)

اس دیر کہن میں ہیں غرض مند پجاری

رنجیدہ بتوں سے ہوں تو کرتے ہیں خدا یاد

معانی: دیر کہن: پرانا جہان، دنیا ۔ غرض مند: اپنے مطلب کو پیش نظر رکھنے والے ۔ پجاری: پوجنے والے ۔ رنجیدہ: تکلیف اٹھانے والے ۔

مطلب: دوزخ میں پڑا ہوا شخص خدا سے التجا کرتا ہوا کہتا ہے کہ یہ دنیا ایک ایسے مندر کی سی ہے جس میں خواہشات نفسانی اور طاقت کے بت رکھے ہوئے ہیں اور دنیا والے اپنے اپنے مطلب کے لیے ان کے آگے جھکے ہوئے ہیں ۔ تجھے تو محض اس وقت یاد کرتے ہیں جب وہ ان بتوں کے ہاتھوں تکلیف میں ہوتے ہیں اور ان کے لیے سوائے تجھے پکارنے کے اور کوئی راستہ باقی نہیں رہتا ۔

پوجا بھی ہے بے سود، نمازیں بھی ہیں بے سود

قسمت ہے غریبوں کی وہی نالہ و فریاد

معانی: پوجا: ہندووَں یا غیر مسلموں کی عبادت ۔ نماز: مسلمانوں کی عبادت ۔ بے سود: بے فائدہ ۔ نالہ: رونا ۔

مطلب: اپنی نفسانی خواہشات اور حکمرانوں کی حاکمیت اور طاقت کے آگے جھکنے کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی عبادت ہو یا غیر مسلموں کی عبادت ہو دونوں بے فائدہ ہیں ۔ ان غریبوں کی یعنی ان غیر اللہ سے مرعوب ہونے والوں کی قسمت میں رونا اور فریاد کرنا ہی لکھا ہے ۔

ہیں گرچہ بلندی میں عماراتِ فلک بوس

ہر شہر حقیقت میں ہے ویرانۂ آباد

معانی : عمارات : عمارتیں ۔ فلک بوس : آسمان کو چومنے والی یعنی بہت اونچی ۔ حقیقت : اصلیت ۔ ویرانہ آباد : بہ ظاہر میں آباد لیکن اصل میں ویرانہ ،

مطلب : ان خدا کو چھوڑ کر نفس اور طاقت کے بتوں کے آگے جھکنے والوں کے شہروں میں بڑی اونچی اونچی عمارات نظر آتی ہیں لیکن اصلیت میں وہ آبادی نما ویرانے ہیں کہ جن میں رہنے والے اہل یورپ کی غلامی کی وجہ سے تکلیف دہ زندگی بسر کر رہے ہیں ۔

تیشے کی کوئی گردشِ تقدیر تو دیکھے

سیراب ہے پرویز، جگر تشنہ ہے فرہاد

معانی : تیشہ : ہتھوڑا ۔ گردش تقدیر : قسمت کا چکر ۔ سیراب : پانی پینے والا ۔ جگر تشنہ : جس کا جگر پیاسا ہو ۔ فرہاد : ایران کے ایک شخص کا نام ہے جو ایک عورت شیریں پر عاشق تھا ۔ پرویز : ایران کا ایک بادشاہ جس نے فرہاد کو پہاڑ سے نہر کھودنے پر لگا کر یا اسے فریب دے کر شیریں کو اپنے گھر ڈال لیا تھا ۔

مطلب : علامہ نے اس شعر میں دوزخی کی زبان سے مزدور اور سرمایہ دار، کاشت کار اور زمیندار، غریب اور جاگیردار وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس دور کے مزدور اور کسان پیاسے ہیں اور ان کی محنت سے فائدہ اٹھانے والے جاگیردار، نواب ، بادشاہ اور زمیندار سیر ہو کر پانی پی رہے ہیں ۔ محنت کوئی کر رہا ہے اس سارے عمل کو اس نے ہتھوڑے کی قسمت کا چکر کہا ہے جس ہتھوڑا محنت کے نشان کے طور پر استعمال ہوا ہے ۔ ہتھوڑا مزدور چلا کر پہاڑ سے نہر نکالتا ہے لیکن سیراب اس سے طاقت ور ہو رہا ہے ۔

یہ علم، یہ حکمت، یہ سیاست، یہ تجارت

جو کچھ ہے وہ ہے فکرِ ملوکانہ کی ایجاد

معانی: فکر ملوکانہ: بادشاہی سوچ ۔ ایجاد: نئی چیز تخلیق کرنا ۔

مطلب: اس دور میں اہل مغرب نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر پہلے مختلف ممالک پر قبضہ جمایا پھر ان میں علم، فلسفہ، سیاست اور تجارت کے ایسے طریقے راءج کئے جن کے ذریعے ان مفتوحہ علاقوں کے الگ فاتحین کے دیے ہوئے فریب میں مبتلا رہی اور ان کی غلامی سے نہ نکل سکیں ۔ یہ سب کچھ ان کی شاہانہ اور ملوکانہ سوچ کا نتیجہ ہے اور غلام قوم سمجھتی ہے کہ حاکموں نے ان کے لیے آسائشیں پیدا کی ہیں اور ترقی کے راستے مہیا کئے ہیں ۔

اللہ ترا شکر کہ یہ خطہَ پرسوز

سوداگرِ یورپ کی غلامی سے ہے آزاد

معانی: خطہ پرسوز: جلا دینے والا خطہ، دوزخ ۔

مطلب: دوزخ حالانکہ نہایت ہی تکلیف دہ جگہ ہے جس میں آدمی آگ میں جھلس رہا ہوتا ہے لیکن اہل مغرب نے دنیا کو تہذیب و ترقی کے نام پر اور غلام بنا کر جس قسم کا دوزخ بنا رکھا ہے اس سے تو اصل دوزخ ہی بہتر ہے ۔ یہ یورپ کے تاجروں کی غلامی سے تو آزاد ہے ۔ اس نظم میں علامہ نے اہل مغرب کی سیا سی، تہذیبی، ثقافتی اور تمدنی غلامی کو خلق خدا کے لیے ایک عظیم فتنہ اور المیہ قرار دیا ہے ۔

مسعود مرحوم

یہ مہر و مہ ، یہ ستارے یہ آسمانِ کبود

کسے خبر کہ یہ عالم عدم ہے یا کہ وجود

معانی: یہ نظم علامہ نے برصغیر کے مسلمانوں کے مشہور مصلح راہنما اور ادیب سر سید احمد خان کے پوتے اور جسٹس محمود مرحوم کے بیٹے ڈاکٹر سر راس مسعود کی وفات پر لکھی تھی جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور ریاست بھوپال کے وزیر تعلیم بھی رہے تھے ۔ مرحوم، علامہ سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے ۔ علامہ ان کی وجہ سے ہی ریاست بھوپال میں جا کر شاہی مہمان کے طور پر کچھ عرصہ ٹھہرے تھے جب وہ وفات پا گئے تو علامہ نے یہ نظم ان کے مرثیہ کے طور پر لکھی تھی ۔

معانی: مہر: سورج ۔ ماہ: چاند ۔ چرخ کبود: نیلا آسمان ۔ عدم: نیستی، نہ ہونا ۔ وجود: ہستی، ہونا ۔ عالم: جہان، دنیا ۔

مطلب: یہ سورج، یہ چاند، یہ نیلا آسمان اور جہان کی دوسری اشیا بہ ظاہر تو اپنا وجود رکھتی ہیں ۔ دیکھنے میں تو ہست ہیں یعنی ہیں لیکن حقیقت ان کی کیا ہے کیا یہ عالم واقعی موجود ہے یا ہمارے دیکھنے یا سمجھنے میں وجود رکھتا ہے اور حقیقت میں نیست ہے یعنی نہیں ہے ۔

خیالِ جادہ و منزل ، فسانہ و افسوں

کہ زندگی ہے سراپا رحیلِ بے مقصود

معانی: جادہ: راستہ ۔ منزل: پہنچنے کی جگہ ۔ فسانہ: خیالی کہانی ۔ افسوں : جادو ۔ سراپا: بالکل ۔ رحیل بے مقصود: بے مقصد سفر ۔

مطلب: اس دنیا کے سفر میں ہر مسافر زندگی کے راستہ پر چلتا ہے اور ایک مقررہ منزل پر جا کر جسے موت کہتے ہیں اس کا سفر ختم ہو جاتا ہے ۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ راستہ اور منزل کا خیال بے حقیقت کہانی اور جادو کی طرح ہے جس میں فریب نظر کی وجہ سے کوئی چیز موجود تو نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں نہیں ہوتی ۔ جب یہ سب کچھ بے حقیقت ہے اور ہر شے کے سفر کا انجام موت ہی ہے تو پھر یہ زندگی انسان اور اس زندگی کی پیدائش سے موت تک کا سفر ایک بے مقصد سفر نظر آتا ہے ۔

رہی نہ آہ زمانے کے ہاتھ سے باقی

وہ یادگارِ کمالاتِ احمد و محمود

معانی: آہ: افسوس ہے ۔ کمالات: انتہائی حد تک کی صفات، اعلیٰ صفات ۔ احمد: سر سید احمد خان مرحوم جو برصغیر کے مسلمانوں کے عظیم رہنما اورر مصلح تھے ۔ محمود: جسٹس محمود جو سر سید احمد خان کے بیٹے اور سر راس مسعود کے باپ تھے ۔

مطلب: افسوس ہے زمانے کے ہاتھوں نے جہاں اور چیزوں کو نیست و نابود کیا ہے جسٹس سر راس مسعود کو بھی موت کی آغوش میں دے دیا ہے وہ راس مسعود جو اپنے دادا سر سید احمد خان اور اپنے باپ جسٹس محمود خان کی اعلیٰ صفات کی یادگار تھے یعنی جن میں اپنے باپ دادا کی انتہا درجے کی صفات موجود تھیں اور جن کو دیکھ کر ان کے باپ دادا یاد آ گئے تھے ۔

زوالِ علم و ہنر مرگِ ناگہاں اس کی

وہ کارواں کا متاعِ گراں بہا، مسعود

معانی: زوال: کمی، پستی ۔ علم و ہنر: علم اور فن ۔ مرگ ناگہاں: اچانک موت ۔ کارواں: قافلہ ۔ متاع گراں بہا: بیش قیمت دولت ۔ متاع: دولت ۔

مطلب: سراس مسعود زندگی کے قافلے کی بیش قیمت یعنی بہت بڑی قیمت رکھنے والے دولت کی مانند تھے جس کو موت کے لٹیروں نے لوٹ لیا ۔ ان کی اچانک موت سے اب علم اور فن پستی میں چلے جائیں گے ۔ علم اور فن کے میدان میں ایسے صاحب کمال کا نہ ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اب یہ میدان بے رونق ہو جائے گا ۔

مجھے رلاتی ہے اہلِ جہاں کی بیدردی

فغانِ مرغِ سحر خواں کو جانتے ہیں سرود

معانی: اہل جہاں : دنیا والے ۔ بے دردی ۔ درد کا نہ ہونا، خلش کا نہ ہونا ۔ فغاں : فریاد ۔ مرغ سحر خواں : علی الصبح چہچہانے والا پرندہ ۔ سرود: گانا ۔

مطلب: یہ دنیا والے بھی کتنے بے رحم ہیں ۔ کسی کے دکھ، تکلیف اور رنج کو دیکھ کر ان میں کوئی خلش پیدا نہیں ہوتی ۔ ان کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو علی الصبح باغ میں فریاد کرنے والے بلبل کی آواز کو گانا سمجھتا ہے حالانکہ وہ پرندہ اپنے غم، درد اور دکھ کی کہانی بیان کر رہا ہوتا ہے ۔ دنیا والوں کی اس بے رحمی پر علامہ کہتے ہیں کہ میں رو رہا ہوں ۔

نہ کہہ کہ صبر میں پنہاں ہے چارہَ غمِ دوست

نہ کہہ کہ صبر معمائے موت کی ہے کشود

معانی: صبر: دکھ اور تکلیف کی برداشت ۔ چارہ: علاج ۔ غم دوست: دوست کی موت کا غم ۔ معمائے موت: موت کا گورکھ دھندا ۔ کشود: کھولنا، حل ۔

مطلب: کسی کو غم زدہ دیکھ یا اسے کسی کی موت پر روتا دیکھ کر وہ لوگ جو اس غم کی کیفیت سے گزرے ہوئے نہیں ہوتے اس کو غم برداشت کرنے اور اپنے اندر حوصلہ پیدا کرنے کی نصیحت کیا کرتے ہیں ۔ اقبال کہتے ہیں کہ اس نصیحت سے غم زدہ کی تسکین نہیں ہوتی ۔ کسی دوست کے بچھڑ جانے اور مر جانے کا غم اس نصیحت سے کم نہیں

ہوتا موت کیا چیز ہے ۔ یہ کیا عقدہ اور کیا گورکھ دھندا ہے صبر کی تلقین سے یہ بھی حل نہیں ہوتا ۔ اس لیے مجھے صبر کے لیے نہ کہو۔ مجھ سے ایسا نہیں ہو سکے گا ۔

دلے کہ عاشق و صابر بود مگر سنگ است

ز عشق تا بہ صبوری ہزار فرسنگ است

معانی: دلے کہ: وہ دل جو ۔ عاشق و صابر: عشق کرنے والا اور صبر کرنے والا ۔ سنگ: پتھر ۔ مگر: شاید ۔ بود: ہوتا ہے ۔ ز عشق: عشق سے ۔ تا: تک ۔ تا بہ صبوری: صبر تک ۔ ہزار فرسنگ: ہزار کوس ۔ است: ہے ۔ ز: سے ۔
مطلب: یہاں صبر اور غم کے تعلق کو مزید واضح کرنے کے لیے علامہ نے مشہور فارسی شاعر شیخ سعدی کا ایک شعر دیا ہے ۔ جس کے معنی ہیں کہ وہ دل جو عاشق بھی ہو اور غم عشق میں صبر بھی کر سکتا ہو وہ پتھر تو ہو سکتا ہے دل نہیں ہو سکتا کیونکہ عشق اور صبر تک ہزار کوس کا فاصلہ ہے ۔ دونوں کا یکجا جمع ہونا ممکن نہیں ۔

نہ مجھ سے پوچھ کہ عمرِ گریز پا کیا ہے

کسے خبر کہ یہ نیرنگ و سیمیا کیا ہے

معانی: نہ مجھ سے پوچھ: مجھ سے مت معلوم کر، مت سوال کر ۔ عمر گریز پا: تیزی سے گزر جانے والی عمر ۔ نیرنگ: شعبدہ ۔ سیمیا: جادو کا ایک علم جس کے ذریعے سے ایک روح کو دوسرے جسم میں منتقل کر سکتے ہیں اور لوگوں کے سامنے ایسی اشیا لا سکتے ہیں جن کا کوئی وجود نہ ہو ۔
مطلب: مجھ سے سوال نہ کر کہ یہ جلدی سے گزر جانے والی انسانی زندگی کیا ہے ۔ کوئی بھی اس کی حقیقت سے باخبر نہیں یہ تو کوئی شعبدہ اور جادو کا ایسا کھیل نظر آتا ہے جس میں نظر فریبی سے کام لے کر بے حقیقت چیز کو حقیقت کے رنگ میں دکھایا جاتا ہے ۔

ہوا جو خاک سے پیدا، وہ خاک میں مستور

مگر یہ غیبتِ صغریٰ ہے یا فنا کیا ہے

معانی: خاک: مٹی ۔ مستور: چھپ جانا ۔ فنا: ہمیشہ کے لیے ختم ہو جانا ۔ غیبت صغریٰ: ایک مذہبی اصلاح ہے جس سے مراد عارضی چھپنا ہے ۔

مطلب: یہ تو صاف ظاہر ہے کہ جو آدمی مٹی سے پیدا ہوا ہے وہ مر کر مٹی میں چلا جاتا ہے لیکن اس کا یہ رویہ مٹی میں جا کر چھپ جانا کیا عارضی ہے یا وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا ہے ۔

غبارِ راہ کو بخشا گیا ہے ذوقِ جمال

خرد بتا نہیں سکتی کہ مدعا کیا ہے

معانی: غبار راہ: راستے کی گرد ۔ بخشا گیا ہے: عطا کیا گیا ہے ۔ ذوق جمال: حسن کا ذوق ۔ خرد: عقل ۔ مدعا: مقصد ۔

مطلب: بے شک آدمی راستے کی گرد کی مانند ہے کہ پیدا ہو کر فنا ہو جاتا ہے لیکن اس کی یہ فنا عارضی ہے ۔ خالق نے اس کے اندر اپنے خالق کے حسن کو دیکھنے کا ذوق رکھا ہوا ہے جو اسے موت کے بعد بھی زندگی عطا کر دیتا ہے ۔ عقل اس بات کو نہیں پا سکتی اور نہیں بتا سکتی کہ اس میں حسن ازلی کے دیدار کا جذبہ کیوں رکھا گیا ہے ۔

دل و نظر بھی اسی آب و گل کے ہیں اعجاز

نہیں، تو حضرتِ انساں کی انتہا کیا ہے

معانی: آب و گل: پانی اور مٹی ۔ اعجاز: معجزہ دکھانا، ایسا کام کرنا جس کو سمجھنے اور کرنے سے انسانی عقل عاجز ہو ۔ حضرت انساں: آدمی ۔ انتہا: آخری حد، درجہ کمال ۔

مطلب: آدمی کے اندر خالق نے دل اور نظر جیسی جو اشیا رکھی ہوئی ہیں کیا وہ بھی اسی پانی اور مٹی کے معجزے ہیں اگر

ایسا نہیں ہے توآدمی کا درجہ کمال یا حد کیا ہے مراد ہے دل و نظر مادی ذرات سے نہیں کسی اور شے سے تخلیق کئے گئے ہیں ۔

جہاں کی روحِ رواں لا الہ الا ھو

مسیح و میخ و چلیپا یہ ماجرا کیا ہے

معانی: روح رواں : جاری روح ۔ لا الہ الا ھو: اس کے سوا یعنی اللہ کے سوا کوئی الہ یعنی معبود نہیں ۔ مسیح: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۔ میخ: لمبی کیل جو آدمی کو سولی پر چڑھاتے وقت اس کے ہاتھوں میں گاڑ دی جاتی ہے ۔ چلیپا: سولی ۔ ماجرا کیا ہے: کیا کہانی ہے ۔

مطلب: اگر یہ بات درست ہے کہ اس جہان میں لا الہ الا ھو کی روح جاری ہے اور ہر شے اللہ کی صفات کی وجہ سے قائم ہے اور اس کا مظہر ہے تو پھر یہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا گیا اور اسکے ہاتھوں میں کیلیں ٹھونک کر ان کو صلیب کی لکڑی کے ساتھ باندھا گیا یہ سب کچھ کیا ہے اس کا ذمہ دار کون ہے ۔

قصاص، خونِ تمنا کا مانگیے کس سے

گناہگار ہے کون اور خوں بہا کیا ہے

معانی: قصاص: خون کا بدلہ ۔ خون تمنا: آرزو کا خون، آرزو کا پورا نہ ہونا ۔ خون بہا: خون کی قیمت، جان کا معاوضہ ۔

مطلب: اس دنیا میں آدمی کی ہزاروں آرزووَں کا خون ہوتا ہے اور وہ پوری نہیں ہوتیں ۔ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے اور کون کرتا ہے ۔ اس کے لیے کس کو گناہ گار ٹھہرایا جائے ۔ کس سے اس خون کا بدلہ مانگا جائے یا بدلہ نہیں تو قیمت وصول کی جائے ۔

غمیں مشو کہ بہ بندِ جہاں گرفتاریم

طلسم ہا شکند آں دلے ما داریم

معانی: غمیں مشو: غم مت کر۔ بند جہاں: جہان کی قید۔ گرفتاریم: ہم گرفتار ہیں۔ طلسمہا: طلسم کی جمع، جادو۔ شکند: توڑ دیتا ہے۔ آں دلے کہ: وہ دل کہ۔ ماداریم: رکھتے ہیں۔

مطلب: مذکورہ بالا اشعار میں علامہ نے زندگی و موت کے متعلق جو استفہامی انداز میں گفتگو کی ہے اور اس معا کے عقل سے حل نہ ہونے کا ذکر کیا ہے وہاں آدمی کے مٹی سے بننے اور مٹی میں جانے کا ذکر بھی ہے۔ اس ذکر کے دوران جو اہم راز کی بات انھوں نے کی ہے وہ یہ ہے کہ جسم تو بے شک مٹی کا ہے لیکن اس کے اندر جو دل اور نظر کی قوتیں اور صلاحتیں رکھی گئی ہیں ان کا تعلق مٹی سے نہیں ہے۔ ان میں ذوق جمال پیدا کیا گیا ہے۔ اس ذوق کی وجہ سے دل اور نظر جب دونوں باطنی طور پر بینا بن جاتے ہیں تو وہ معا حل کر دیتے ہیں جس کا ذکر مذکورہ بالا اشعار میں ہوا ہے۔ اس پس منظر میں علامہ کہتے ہیں کہ اس کا غم مت کرو کہ ہم جہان کی قید اور پابندیوں میں گرفتار ہیں وہ دل جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسم خاکی کے اندر رکھا ہے اگر ذوق جمال سے باطنی طور پر ہر شے کو دیکھنے والا بن جائے تو یہ جادو ٹوٹ جاتا ہے اور موت و حیات، جسم و روح، عقل و عشق، قلب و نظر وغیرہ کے جملہ معمے حل ہو جاتے ہیں۔

خودی ہے زندہ تو ہے موت اک مقامِ حیات

کہ عشق موت سے کرتا ہے امتحانِ ثبات

معانی: مقامِ خودی: اپنی معرفت کا مرتبہ۔ حیات: زندگی۔ عشق: انتہائی محبت، آدمی کے دل کا ایک ایسا جذبہ جس کے تحت اسے سوائے اس شخص یا مقصد کے جس سے وہ محبت کرتا ہے کچھ نہیں سوجھتا۔ ثبات: استحکام، مضبوطی، پائداری۔

مطلب: اگر آدمی کے پاس ایسا دل ہے جو عشق سے زندہ ہے اور اس جذبہ کی بنا پر اسے اپنی معرفت یا اپنی پہچان

حاصل ہے تو اسے معلوم ہے کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں میری کیا قدر و قیمت ہے مجھ میں اللہ تعالیٰ نے کیا کیا صفتیں اور صلاحیتیں رکھی ہیں ایسی صورت میں موت بھی زندگی کے برابر ہے موت کا مرحلہ تو صاحب خودی کے عشق کا امتحان ہوتا ہے جس سے اس کے جذبہ کے استحکام اور مضبوطی کا پتہ چلتا ہے اس کا عشق اگر مستحکم ہو گا اور اس کی وجہ سے اس کی خودی بھی اگر مضبوط ہوگی تو پھر وہ یہ امتحان دینے کے لیے تیار رہے گا اور اس سے گزر کر ایک نئی زندگی کی منزل میں داخل ہو جائے گا ۔

خودی ہے زندہ تو دریا ہے بیکرانہ ترا

ترے فراق میں مضطر ہے موجِ نیل و فرات

معانی: خودی: اپنی معرفت ۔ بے کرانہ: جس کا کوئی کنارہ نہ ہو۔ فراق: جدائی ۔ مضطر: بے قرار۔ موج: لہر۔ نیل و فرات: نیل ملک مصر کا ایک دریا اور فرات ملک عراق کا ایک دریا۔

مطلب: اگر تیری خودی زندہ ہے اور تجھے اپنی معرفت حاصل ہے تو تیری زندگی اس دریا کی مانند ہے جس کا کوئی کنارہ نہ ہو۔ اس لیے وہ موت جو دریائے زندگی کے ایک کنارہ کی صورت ہوتی ہے صاحب خودی کو پیش نہیں آتی ۔ اس کے لیے تو یہ عمل دریائے زندگی کو موت کے بعد کی زندگی کے دریاؤں کے ساتھ ملانے کے لیے ہوتی ہے نہ کہ اس کے خاتمے کے لیے ۔ علامہ نے دنیا کی زندگی کو بطور دریا اورر موت کے بعد کی زندگی کو نیل اور فرات کے دریاؤں کی علامتوں میں بیان کیا ہے ۔

خودی ہے مردہ تو مانندِ کاہ پیشِ نسیم

خودی ہے زندہ تو سلطانِ جملہ موجودات

معانی: خودی: اپنی پہچان ۔ مردہ: مری ہوئی ۔ مانند: مثل ۔ پیش: سامنے ۔ کاہ: تنکا۔ نسیم: نرم و لطیف ہوا۔ سلطان: بادشاہ ۔ جملہ: تمام ۔ موجودات: جو کچھ کائنات میں موجود ہے ۔

مطلب: اگر تیری خودی مرچکی ہے تو تیری حیثیت اس گھاس کے تنکے کی طرح ہے جسکو نرم و لطیف ہوا بھی اڑا کر لے جاتی ہے یعنی صورت میں تو حوادث جملہ کے آگے ٹھہر نہیں سکے گا موت بھی تجھے نگل جائے گی ۔ اگر تیری خودی زندہ ہے تو پھر موت سمیت کائنات میں جو کچھ موجود ہے تیرے تابع ہو گا ۔ تو ان پر حکمران ہو گا ۔ موت تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی اور تو مر کر بھی زندہ رہے گا ۔

نگاہ ایک تجلی سے ہے اگر محروم
دو صد ہزار تجلی تلافیِ مافات

معانی: نگاہ: نظر ۔ محروم: بے نصیب ۔ دو صد ہزار تجلی: دو سو ہزار تجلیاں ۔ تلافی مافات: کوئی چیز یا بات جو فوت ہو گئ ہو اس کی جگہ کسی دوسری چیز یا بات کا آجا جو اس نقصان کو پورا کر دے، نقصان کا عوض یا بدلہ ۔

مطلب: اگر تیری نظر ایک جلوہ سے بے نصیب رہی ہے تو فکر نہ کر اس نقصان کے بدلے میں سو ہزار تجلیاں موجود ہیں ۔ ضرورت جذبہ طلب کے باقی رہنے کی ہے ۔ اللہ کی تجلی تو ہر لمحہ ہر شے پر ہو رہی ہے اگر تیری خودی زندہ ہو جائے تو اس کا نظارہ کرنا تیرے لیے مشکل نہیں ہے ۔

مقام بندہَ مومن کا ہے ورائے سپہر
زمیں سے تا بہ ثریا تمام لات و منات

معانی: بندہَ ایمان: صاح ایمان ۔ ورائے سپہر: آسمان سے آگے ۔ ثریا: وہ چھ ستارے جو ایک گچھے کی شکل میں زمین سے بہت دور آسمان پر ہیں ۔ لات و منات: اسلام سے پہلے کعبہ میں کفار کی طرف سے رکھے ہوئے بتوں میں سے دو بتوں کے نام ۔

مطلب: جو شخص صحیح معنوں میں صاحب ایمان ہے اس کا مقام آسمان سے بہت آگے ہے ۔ زمین سے لے کر

آسمان کی بلندی پر چمکنے والے چھ ستاروں کے گچھے بنا ثریا کے درمیان جو کچھ ہے وہ اس کے لیے بتوں کا درجہ رکھتا ہے ۔ اس کا دل اس میں نہیں اٹکتا ۔ وہ زمین پر رہتے ہوئے آسمان سے آگے کسی جہان سے وابستہ ہوتا ہے ۔

حریمِ ذات ہے اس کا نشیمنِ ابدی

نہ تیرہ خاک لحد ہے، نہ جلوہ گاہِ صفات

معانی: حریم ذات: اللہ تعالیٰ کی منزل، وہ مقام الوہیت جو انسانی عقل سے ماورا ہے، اللہ کا گھر ۔ نشیمن ابدی: ہمیشہ رہنے کی جگہ ۔ نشیمن: آشیانہ ۔ تیرہ خاک لحد: قبر کی تاریک مٹی ۔ تیرہ: تاریک ۔ لحد: قبر ۔ ابدی: ہمیشہ: جلوہ گاہ صفات: اللہ تعالیٰ کی صفتوں کی جلوہ گاہ یعنی یہ کائنات جن میں یہ صفات جاری و ساری ہیں ۔

مطلب: مومن کا ہمیشہ رہنے کا ٹھکانا تو اللہ تعالیٰ کی ذات کا گھر ہے نہ کہ قبر کی تاریک مٹی یا اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر کائنات ۔ مراد ہے موت کا مقصود صرف ذات باری تعالیٰ ہے باقی جو کچھ ہے اس کے لیے بت کدہ کی حیثیت رکھتا ہے ۔

خود آگہاں کہ ازیں خاک داں بروں جستند

طلسمِ مہر و سپہر و ستارہ بشکستند

معانی: خود آگہاں: اپنے آپ سے آگاہ، اپنی حقیقت پہچاننے والے ۔ کہ ازیں: کہ جو اس سے ۔ خاکداں: مٹی کا گھر، انسانی جسم، دنیا ۔ بروں: باہر ۔ جستند: چھلانگ لگا گئے ہیں ۔ طلسم: جادو ۔ مہر: سورج ۔ سپہر: آسمان ۔ بشکستند: توڑ ڈالا ۔

مطلب: وہ لوگ جو خود آگاہ ہیں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کے بعد اپنی معرفت حاصل کر لی ہے اور اس طرح اس مٹی اور کوڑا پھینکنے والی جگہ یعنی دنیا سے باہر نکل گئے ہیں انھوں نے سورج، آسمان اور ستارہ کے جادو کو توڑ دیا ہے ۔ یعنی ان سے بلند اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق ہو گئے ہیں اور غیر اللہ کی چمک دمک اور بلندی سے مرعوب نہیں ہوئے ۔ یہ لوگ زمین پر رہتے ہوئے اور عملی زندگی میں قدم رکھتے ہوئے ہر اس چیز سے بلند و بالا رہتے

ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق ہونے سے روکتی ہے ۔ وہ خاکی ہوتے ہوئے نوری نہاد اور بندہ ہوتے ہوئے مولا صفات ہوتے ہیں ۔

رباعیات

(1)

مری شاخِ اَمل کا ہے ثمر کیا

تری تقدیر کی مجھ کو خبر کیا

معانی: امل: آرزو، امید۔ تقدیر: قسمت۔

مطلب: علامہ نے یہاں ایک اصول بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے کسی کو کچھ معلوم نہیں۔ اس لیے انسان کو صرف آج کے حالات کو پیش نظر رکھ کر عمل اختیار کرنا چاہیے۔ اس بات کو علامتی انداز میں بیان کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ میری آرزو اور امید کے درخت کی شاخ پر پھل لگے گا بھی یا نہیں لگے گا اور اگر لگے گا تو کیسا لگے گا مجھے علم نہیں اسی طرح اے مخاطب تیری قسمت میں آگے چل کر کیا ہونے والا ہے اس کی بھی مجھے خبر نہیں۔

کلی گل کی ہے محتاج کشود آج

نسیم صبحِ فردا پر نظر کیا

معانی: محتاج کشود: کھلنے کی محتاج۔ نسیم صبح فردا: آنے والی کل کی صبح کی نرم و لطیف ہوا۔ ثمر: پھل۔ خبر کیا: کیا معلوم۔

مطلب: پھول کی کلی یا غنچہ تو آج کھلنے کا محتاج ہے اسے تو آج نسیم کا جھونکا چاہیے جو اسے کھلا کر پھول بنا دے۔ اس کی نظر آنے والے کل کی صبح پر نہیں ہے۔ اگر آج اسے نسیم کا جھونکا میسر نہ آیا تو وہ شاخ پر مرجھا جائے گا۔ اس میں مسلمان کو تقدیر پر بھروسہ کرنے اور آنے والی کل کی امید پر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنے سے روکا ہے۔

(۲)

فراغت دے اسے کارِ جہاں سے

کہ چھوٹے ہر نفس کے امتحاں سے

معانی: فراغت: فرصت ۔ کار جہاں: دنیا کا کام ۔ ہر نفس: ہر لمحہ ۔
مطلب: اس رباعی میں علامہ نے شاعرانہ شوخی سے کام لیتے ہوئے خدا سے کہا ہے کہ شیطان جسے تو نے ہزاروں سال پہلے پیدا کیا تھا آج تک ہر لمحہ اسی فکر میں رہتا ہے کہ کس طرح وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈال کر ان کو تجھ سے دور رکھے ۔

ہوا پیری سے شیطاں کہنہ اندیش

گناہِ تازہ تر لائے کہاں سے

معانی: پیری: بڑھاپا ۔ کہنہ اندیش: پرانی سوچ والا ۔ تازہ تر: پہلے سے نئی، زیادہ تازہ ۔
مطلب: اگرچہ بوڑھا ہو گیا ہے لیکن ابھی تک اسی پرانی سوچ میں مبتلا ہے اس کے اندر نئی سوچ نہیں آسکتی ۔ بہتر ہے کہ اب اسے لوگوں کو بہکانے کے اس کام سے فارغ کر دے ۔ تاکہ وہ ہر لمحہ کی آزمائش سے چھٹکارا پا لے ۔ عہد حاضر کا آدمی تو خود سراپا شیطان بن چکا ہے اب کوئی نئی سوچ والا شیطان پیدا کر جو اسے شیطنت کا نیا کاروبار سکھا سکے ۔ مقصود اس رباعی کے مضمون سے یہی بتانا ہے کہ مغربی تہذیب و ثقافت اور تمدن و معاشرت نے آدمی میں ہر وہ برائی پیدا کر دی ہے جو شیطان اس میں پیدا کر سکتا ہے اس لیے اب اس پرانے شیطان کی ضرورت نہیں رہی ۔

(۳)

دِگرگوں عالمِ شام و سحر کر

جہانِ خشک و تر زیر و زبر کر

معانی: دگرگوں : بدل دینا ۔ عالم شام و سحر: صبح اور شام کا جہان مراد دنیا۔ جہان خشک و تر: خشکی اور تری کا جہان ۔ زیر و زبر: الٹ پلٹ ۔

مطلب: خدا سے دعا کرتے ہوئے علامہ کہتے ہیں کہ یہ جہان جس میں کافرانہ ، غیر اسلامی اور غیر اخلاقی ماحول پیدا ہو چکا ہے اس قابل ہے کہ اسے تباہ و برباد کر دیا جائے ۔ اے خدا تو اس جہان کو بدل دے ور اس کی جگہ ایک نیا جہان پیدا کر جو شیطانی اثرات سے پاک ہو۔ زمین پر خشکی اور تری ہر جگہ تجھ سے بیزاری کی وجہ سے فساد پیدا ہو چکا ہے اور آدمی اپنے اس مقصد کو جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا تھا بھول گیا ہے اس لیے اس جہان کو زیر و زبر (الٹ پلٹ) کر دے ۔

رہے تیری خدائی داغ سے پاک

مرے بے ذوق سجدوں سے حذر کر

معانی: خدائی: خدا ہونا ۔ داغ سے پاک رہے: الزام سے پاک ۔ بے ذوق سجدے: بے کیف سجدے ۔ حذر کر : بچ ، پرہیز کر ۔

مطلب : ایک ایسا جہان پھر سے پیدا کر جس میں تیری حکمرانی ہو اور جس میں آدمی اپنی تخلیق کے مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی بسر کر رہا ہو۔ اے خدا اس دور میں مسلمان جس کے پاس تیرا آخری پیغام ہے اور جس کی ذمہ داری لوگوں کو ظلمت سے نکال کر نور میں لانا ہے خود ظلمت میں بھٹک رہا ہے ۔ آج کا مسلمان تیری عبادت کرتا، تیری نماز پڑھتا اور تجھے سجدے کرتا ہوا تو ضرور دکھائی دیتا ہے لیکن اس کے سجدوں میں وہ سوز، وہ کیف اور سرور وہ مستی اور وہ خلوص نہیں ہے جس کی بنا پر وہ غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے پرہیز کرتا تھا ۔

(۴)

غریبی میں ہوں محسودِ امیری

کہ غیرت مند ہے میری فقیری

معانی: محسود امیری: جس پر امیری حسد کرے ۔ غیرت مند: عزت دار، خوددار ۔

مطلب: فقیری اور درویشی دو قسم کی ہے ایک وہ جو آدمی کو بھکاری اور گدا بنا کر دوسرے کے آگے دست سوال دراز کرنے پر مجبور کرتی ہے اور دوسروں کو محتاج بنا دیتی ہے اور دوسری وہ جس میں وہ فقیر کو ہر در سے بے نیاز بنا کر صرف اللہ کے در پر رکھتی ہے ۔ ایسا فقر چونکہ صرف اللہ کے در کا مانگت ہوتا ہے اس لیے بادشاہ، امیر، منعم اور دوسرے سب اس کی چوکھٹ کے مانگت ہوتے ہیں ۔

حذر اس فقر و درویشی سے جس نے

مسلماں کو سکھا دی سربزیری

معانی: سربزیری: کسی کے آگے جھکنا ۔

مطلب: علامہ اس دوسری قسم کی فقیری کا ذکر کرتے ہوئے اس رباعی میں کہتے ہیں اگرچہ میرے پاس دولت دنیاوی نہیں ہے لیکن اس حالت غریبی میں بھی میری یہ شان ہے کہ دولت والے مجھ سے حسد کرتے ہیں انہیں اپنی امیری سے زیادہ میری فقیری بہتر معلوم ہوتی ہے ۔ اپنے فقر کی مثال دینے کے بعد علامہ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم اس فقر اور دوریشی سے بچو جس نے تم کو دوسروں کے آگے جھکنا اور ہاتھ پھیلانا سکھا دیا ہے جس نے تمہاری عزت اور غیرت کو تم سے چھین لیا ہے ۔

رباعیات

(۵)

خرد کی تنگ دامانی سے فریاد
تجلی کی فراوانی سے فریاد

معانی: خرد: عقل ۔ تنگ دامانی: جھولی کا تنگ ہونا ۔

مطلب: میں عقل کی جھولی کے تنگ ہونے پر دہائی دے رہا ہوں کہ وہ اس میں خداتعالیٰ کے ان جلووں کو نہیں سمیٹ سکتی جو رنگارنگ صورتوں میں کائنات میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں ۔ صوفیا کے نزدیک کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے اسما اور صفات کا مظہر ہے ۔ ہر ذرہ میں اس کی جلوہ نمائی ہے ۔ دہائی ہے کہ ان سب جلووں کو دیکھنا عقل کے بس کی بات نہیں ہے ۔ یہ عقل کی تنگ نظری کا نتیجہ ہے کہ وہ کائنات میں غیر اللہ کے جلووں کو تو دیکھ لیتی ہے لیکن اللہ کے جلووں کا تماشا نہیں کر سکتی ۔

گوارا ہے اسے نظارہَ غیر
نگہ کی نامسلمانی سے فریاد

مطلب: یہ نگاہ کے نامسلمان ہونے کی دلیل ہے اگر عقل کی نگاہ مسلمان ہوتی تو وہ ہر شے میں خدا کا جلوہ دیکھ لیتی ۔ اور غیر اللہ کے نظارے سے بچتی ۔ ایسی نگاہ سے جو غیر اللہ کو تو دیکھ لے اور اللہ کو نہ دیکھ پائے فریاد ہے کیونکہ ایسی نگاہ کافر کی تو ہو سکتی ہے مسلمان کی نہیں ۔ کافر کائنات کے ظاہری جلووں میں گم رہتا ہے جب کہ مسلمان ان جلووں

کے پیچھے ذات باری تعالیٰ کے اسما و صفات کی تجلیات کا نظارہ کرتا ہے اور ان کے ذریعے ذات سے تعلق پیدا کر لیتا ہے

(٦)

کہا اقبال نے شیخِ حرم سے
تہِ محرابِ مسجد سو گیا کون

معانی: شیخ حرم: حرم کا شیخ، مسجد کا امام ۔ محراب: مسجد میں مغرب کی سمت کی ایک جگہ جہاں امام کھڑا ہو کر نماز پڑھاتا ہے ۔ تہِ محراب مسجد: مسجد کی محراب کے نیچے ۔

مطلب: اس رباعی میں عہد حاضر کے مسلمانوں کے دو طبقوں کا ذکر ہے ایک کا نمائندہ وہ ہے جو مغربی تہذیب و تمدن کا دلدادہ ہے اور دوسرے کا نمائندہ ملا ہے جو مسجد کی چار دیواری میں رہتا ہے ۔ علامہ نے ان دونوں طبقوں کی برائی کی ہے اور کہا ہے کہ پہلا طبقہ دنیا میں اس قدر گم ہو گیا ہے کہ اسے دین کی کچھ خبر نہیں اور دوسرا طبقہ دین میں اس قدر الجھ گیا ہے کہ دنیا چھوڑ بیٹھا ہے ۔ اقبال نے جب مسجد کے امام (ملا) سے یہ کہا کہ مسجد کی محراب کے نیچے کون سو گیا ہے ۔ یعنی دنیائے علم سے بیگانہ ہو کر صرف نمازیں پڑھنے اور دین کی باتیں کرنے میں کون لگا ہوا ہے تو اس سوال میں ہی یہ جواب پوشیدہ ہے کہ وہ ملا ہے ۔

ندا مسجد کی دیواروں سے آئی
فرنگی بت کدے میں کھو گیا کون

معانی: فرنگی: انگریز، اہل مغرب ۔ بتکدہ: بتوں کا گھر ۔ کھو گیا: گم ہو گیا ۔

مطلب: یہ سوال سن کر مسجد کی دیواروں سے آواز آئی کہ انگریزوں کے بت کدہ میں یعنی ان کے علوم، تہذیب، تمدن،

ثقافت وغیرہ کے بتوں کے آگے کون جھک گیا ہے اور کس نے دین اسلام کو عملاً چھوڑ دیا ہے تو اس کا جواب بھی سوال کے اندر موجود ہے کہ وہ اقبال ہے ۔ مراد ہے کہ عہد حاضر میں مسلمانوں کے دونوں طبقوں کی حالت درست نہیں ۔ حالت اس وقت درست ہوگی جب مسلمان دین و دنیا دونوں کو ساتھ لے کر چلے گا ۔ دنیا کو دین کے تابع رکھتا ہوا اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائے گا ۔

(۷)

کہن ہنگامہ ہائے آرزو سرد

کہ ہے مردِ مسلماں کا لہو سرد

معانی: کہن: پرانے ۔ ہنگامہ ہائے آرزو: آرزو کے ہنگامے ۔ سرد: ٹھنڈے ۔

مطلب: اس رباعی کے شروع میں علامہ کہتے ہیں کہ قدیم مسلمانوں میں اسلام کی سربلندی کے لیے جو آرزوئیں موجود تھیں اب ختم ہو گئی ہیں اور اس کی وجہ سے آج کے مسلمان کی رگوں میں وہ خون سرد ہو کر رہ گیا ہے جو اسے دین و دنیا دونوں میدانوں میں سرگرم عمل رکھتا تھا ۔

بتوں کو میری لادینی مبارک

کہ ہے آج آتشِ اللہ ہو سرد

معانی: لادینی: بے دینی، دین کا نہ ہونا ۔ آتش اللہ ہو: اللہ ہو کی آگ ۔ اللہ ہو: وہی اللہ سب کچھ ہے ۔

مطلب: کبھی مسلمان اللہ ہو کے ذکر سے غیر اللہ کے بتوں کو پاش پاش کر دیا کرتا تھا اس کا اٹھنا، سونا جاگنا، کھانا پینا غرض کہ زندگی کا ہر پہلو اللہ کا نقش لیے ہوئے ہوتا تھا ۔ آج یہ ذکر اس کے ہونٹوں پر بطور الفاظ کے تو کہیں ضرور ہو گا لیکن اس کے روح ان میں موجود نہیں ہے ۔ اس لب آشنا اور دل ناآشنا ذکر کا لازمی نتیجہ یہ نکلا ہے کہ مسلمان کے سینے میں

اللہ کی بجائے غیر اللہ نے جگہ بنالی ہے ۔ اس کے دل میں جہاں صرف خدا آباد ہونا چاہیے تھا نفس کے بت سجے ہوئے ہیں اور وہ شب و روز ان کے آگے جھک رہا ہے ۔ یہ سبب ہے کہ وہ دین اور دنیا دونوں میدانوں میں بازی ہار چکا ہے ۔ بتوں کو مبارک ہو کہ وہ مسلمان جو تمہیں پاش پاش کرنے کے لیے تیار رہتا تھا خود تمہارے آگے جھکا ہوا ہے ۔ بتوں سے مراد یہاں مٹی اور پتھر کے بت نہیں بلکہ غیر اللہ کے بت مراد ہیں ۔ وہ بت جنہیں ہمارا نفس ہر وقت جنتا رہتا ہے ۔ حرص، شہوت، خیانت، محبت ، دولت ، نفاق، غیبت، چغلی، ملاوٹ، چوری، ڈکیتی، فساد، غرض کہ اس قسم کے سینکڑوں بت ہیں جو آج مسلمان کے نفس نے تراش کر اس کے کعبہ دل میں رکھے ہوئے ہیں ۔ ان بتوں کو آج کے اس مسلمان سے جو اللہ کی راہ سے بھٹک چکا ہے کوئی خطرہ نہیں ۔

(۸)

حدیثِ بندۂ مومن دل آویز
جگر پر خوں، نفس روشن، نگہ تیز

معانی: حدیث: داستان ۔ بندۂ مومن: مومن بندہ، اللہ پر کامل ایمان رکھنے والا ۔ دل آویز: دل لبھانے والی ۔

مطلب: وہ شخص جو اللہ پر صحیح ایمان رکھتا ہے اور اس کی بنا پر علم و عمل کی دنیا میں ایسے مقام پر فائز ہے جو اللہ بس اور باقی ہوس کا مقام ہے وہ مومن کہلاتا ہے ۔ مومن کی صفات تو بہت ہیں ۔ اقبال نے بھی اپنے کلام میں مختلف جگہ بیان کی ہیں لیکن اس رباعی میں وہ کہتے ہیں کہ مومن کی زندگی کی کہانی بڑی دلچسپ اور دل لبھانے والی ہے ۔ مومن کا جگر خون سے بھرا ہوا ہوتا ہے یعنی اس میں عشق حقیقی موجزن ہوتا ہے اور وہ حیات کے ہر میدان میں سرگرم عمل رہتا ہے ۔ اس کی ہر سانس روشن اور تیز ہوتی ہے ۔ اس بنا پر وہ علم و عمل کی دنیا میں نیکی و بدی، خیر و شر، حق و باطل، شرک و توحید وغیرہ میں تمیز روا رکھتا ہوا آگے بڑھتا رہتا ہے ۔

میسر ہو کسے دیدار اس کا

کہ ہے وہ رونقِ محفل کم آمیز

معانی: میسر ہو: حاصل ہو ۔ دیدار: زیارت کرنا، دیکھنا نصیب ہونا ۔ رونق محفل: مجلس کی رونق ۔ کم آمیز: کم ملنے جلنے والا ۔ نفس: سانس ۔ پرخوں : خون سے بھرا ہوا ۔

مطلب: اسے لوگ دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں اور کہیں ہوتے بھی ہیں تو ان کی زیارت کا شرف کم حاصل ہوتا ہے کیونکہ وہ محفل کی رونق ہوتے ہوئے محفل سے الگ تھلگ رہتے ہیں ۔ لوگ اگرچہ ان کی طرف کھچے چلے آتے ہیں لیکن وہ ان سے اس طرح میل جول نہیں رکھتے جس طرح دنیاوی تعلقات والے رکھتے ہیں بلکہ اس طرح ملتے ہیں کہ دل ان کا خدا کی طرف اور ہاتھ کام کی طرف ہوتا ہے ۔ وہ راہبوں کی طرح دنیا سے کنارہ کش نہیں ہوتے لیکن دنیا اس طرح نبھاتے ہیں کہ اللہ بھی نہ بھولے اور دنیا بھی ان سے استفادہ کرتی رہے ۔ ایسے مرد کو اقبال نے اپنے کلام میں مرد مومن کے علاوہ مردِ کامل، مرد فقیر، مرد درویش، وغیرہ کے نام دیئے ہیں ۔

رباعیات

(۹)

تمیز خار و گل سے آشکارا

نسیمِ صبح کی روشن ضمیری

معانی: تمیز خار و گل: کانٹے اور پھول میں فرق ۔ نسیم صبح: صبح کی نرم اور لطیف ہوا ۔ آشکارا: ظاہر ۔

مطلب: صبح کی نرم و لطیف ہوا کے عمل کی وجہ سے گلاب کے پودے کی شاخوں پر پھول بھی کھلتے ہیں اور کانٹے بھی پیدا ہوتے ہیں ۔ اس عمل سے جہاں پھول میں نرمی پیدا ہوتی ہے کانٹے میں سختی اور چبھن کی صفات آجاتی ہیں ۔ ایسا نہیں ہوتا کہ دونوں میں سختی آجائے یا دونوں میں نرمی پیدا ہو جائے ۔ یہ تمیز نرم و سخت اس بات کی دلیل ہے کہ نسیم صبح اپنا عمل کرتے وقت اس بات کو مدنظر رکھتی ہے کہ پھول میں سختی اور کانٹے میں نرمی نہ آنے پائے ۔ یہ تمیز روا رکھنے کی صلاحیت اس کے خالق نے رکھی ہوئی ہے ۔

حفاظت پھول کی ممکن نہیں ہے

اگر کانٹے میں ہو خوئے حریری

معانی: حریری: ریشم کے کپڑے کی سی نرم طبیعت ۔

مطلب: ضمیر تو ایک بے شعور شے ہے اس میں تمیز روا رکھنے کی یہ صلاحیت اس کے خالق نے رکھی ہوئی ہے ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے سورج میں تپش اور چاند میں ٹھنڈک رکھی ہوئی ہے اسی طرح وہ نسیم صبح کے عمل سے پھول میں نرمی اور کانٹے میں سختی پیدا کرتا ہے اس کے پیچھے مصلحت یہ ہے کہ اگر کانٹا بھی نرم ہوتا اور اس میں چبھن نہ ہوتی تو پھول تک ہر کسی کا ہاتھ آسانی سے اور بلا تکلف پہنچ سکتا تھا لیکن اب ہر ہاتھ کو کانٹے کی چبھن سے بچ کر پھول

تک رسائی حاصل کرنی پڑتی ہے ۔ اس مثال سے علامہ اقبال یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے جو دو الگ الگ طبقات پیدا کئے ہیں ان میں اس نے عورت کو پھول کی طرح نرم و نازک بنایا ہے اور مرد کو سخت ۔ عورت کو عصمت و عفت کا پیکر اور مرد کو قوت اور جوانمردی کا مجسمہ بنایا ہے ۔ اس تمیز کی بنا پر زندگی میں دونوں کے دائرہ کارہائے الگ الگ رکھے ہیں ۔ مرد اگر اپنے دائرہ کار سے نکل کر عورت کے دائرہ کار میں آجائے اور عورت مرد کے دائرہ کار میں آجائے تو معاشرے میں خلل پیدا ہو جائے گا جیسا کہ فی زمانہ عورت کے مرد کے دائرہ کار میں آ جانے کی وجہ سے پیدا ہو چکا ہے ۔ پھول اور کانٹے کی مثال سے علامہ یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ خیر اور اچھائی کو شر اور بدی سے بچانے کے لیے قوت ضروری ہے ۔ یہ صورت حال بھی عہد حاضر میں پیدا ہو چکی ہے ۔ قوموں کو غلام بنانے کے لیے اور ان کے وسائل کی لوٹ کھسوٹ کے لیے تو ہر قسم کی قوت استعمال کی جا رہی ہے ۔ لیکن خیر اور نیکی کی حفاظت کے لیے جو قوت درکار ہے وہ کہیں نظر نہیں آتی ۔ بلکہ بعض حالات میں تو قوت بدی اور شر کے پھیلاؤ کے لیے استعمال کی جا رہی ہے ۔

(۱۰)

نہ کر ذکرِ فراق و آشنائی
کہ اصلِ زندگی ہے خودنمائی

معانی: فراق: جدائی ۔ آشنائی: واقفیت، وصل ۔ خودنمائی: اپنے آپ کو ظاہر کرنا ۔

مطلب: جدائی اور وصل کا ذکر نہ کر کیونکہ اصل زندگی اپنے آپ کو ظاہر کرنے میں ہے ۔ اس مثال سے علامہ روح اور جسم کے تعلق کی بات واضح کرنا چاہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں آنے سے پہلے ہر آدمی روح کی شکل میں عالم ارواح میں ہوتا ہے جو کہیں لا مکاں میں ہے ۔ جب وہ ماں کے پیٹ سے بچہ کی شکل میں باہر آتا ہے تو وہ روح جو

عالم ارواح میں اس سے متعلق ہوتی ہے اس کے جسم میں داخل ہو جاتی ہے ۔ اس طرح روح کو اپنی صلاحیتوں اور اپنی انا کے ظہور کا موقع مل جاتا ہے ۔

نہ دریا کا زیاں ہے نے گہر کا

دلِ دریا سے گوہر کی جدائی

معانی: زیاں : نقصان ۔ گہر: موتی ۔

مطلب: اگر دریا میں سے موتی نکال کر الگ کر لیا جائے تو اس سے نہ دریا کا نقصان ہے نہ موتی کا ۔ بلکہ اس سے الگ ہونے سے موتی کا ظہور ہو جاتا ہے ۔ اس عمل انتقال و فراق سے نہ عالم ارواح میں کوئی کمی آتی ہے اور نہ روح کا کوئی نقصان ہوتا ہے بلکہ الٹا روح کو فائدہ پہنچتا ہے کہ وہ جسم آدمی میں آ کر اپنی خودی کا ظہور کر سکتی ہے ۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ اپنی خودی سے نا آشنا کہیں عالم ارواح ہی میں پڑی رہتی ۔

(۱۱)

تیرے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے

خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے

معانی: خودی: اپنی پہچان ۔

مطلب: اے مرد مسلمان تیری زندگی کے دریا میں طوفان کیوں نہیں ہے یہ حرکت و عمل سے کیوں بے گانہ ہو گئی ہے ۔ اس کا سبب صرف یہ ہے کہ تیری خودی ابھی تک مسلمان نہیں ہوئی ۔

عبث ہے شکوہَ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے

معانی: عبث: فضول ۔ شکوہ: شکایت ۔ تقدیر یزداں : خدا کی تقدیر ۔

مطلب: اس بنا پر تو خدا کی تقدیر کی شکایت کر رہا ہے ۔ یہ شکایت فضول ہے ۔ خودی کو مسلمان کرتا کہ خدا تیری تقدیر کو تیری مرضی کے مطابق بنائے اور تیری زندگی میں حرکت و عمل پیدا ہو۔ اس رباعی میں بات کی گئی ہے کہ آدمی جب تک اپنی انا کی صلاحیتوں کو جان کر ان کو اجاگر نہیں کرتا اس وقت تک اس کی انا کافر رہتی ہے ۔ اس کو مسلمان کرنے کا طریقہ صرف یہی ہے کہ اطاعت الہٰی اور اطاعت رسول ﷺ اختیار کر کے نفس امارہ کو جو اسے کافر بنائے ہوئے ہے راستہ سے ہٹا دیا جائے ۔ جب اس عمل سے اے مرد مسلمان تیری خودی بھی مسلمان ہو جائے گی تو تیرے دریائے زندگی میں سعی و عمل کی لہریں بھی پیدا ہو جائیں گی اور تو تقدیر کا شکوہ کرنے کے بجائے اپنی تقدیر خود بنا سکے گا ۔ یہ کہنا کہ خدا نے ہماری پیدائش کے ساتھ ہی ہماری تقدیر میں سب کچھ لکھ دیا ہے اور جو کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے وہ اس کا لازمی نتیجہ ہے ۔ حقیقت تقدیر یہ ہے کہ جب آدمی صاحب ایمان ہونے کے بعد اپنی خودی کو پہچان کر اس کو بھی صاحب ایمان کر لیتا ہے اور زندگی کے ہر لمحہ میں اور ہر موڑ پر اپنی مرضی کو اپنے خالق کی مرضی میں گم کر کے اس کی پوری عبودیت اختیار کر لیتا ہے تو پھر خدا اس کی تقدیر کو اس کی مرضی کے مطابق شکل دے دیتا ہے جیسا کہ ہمارے اسلاف اور بزرگوں کی زندگیوں سے ظاہر ہے ۔

(۱۲)

خرد دیکھے اگر دل کی نگہ سے
جہاں روشن ہے نورِ لا الہٰ سے

معانی: خرد: عقل ۔ لا الہ: کلمہ طیبہ کی طرف اشارہ ہے جس کا مفہوم ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ۔
مطلب: اگر ہم جہان کو چاند اور سورج کی اس گردش کے اعتبار سے دیکھیں جس کی وجہ سے اس میں شام اور صبح ہونے کا عمل جاری ہے تو جہان کا وجود مادہ کی وجہ سے نظر آئے گا ۔ اگر جہان کو اس طرح دیکھنے والی عقل اپنی راہ چھوڑ کر وجدان کی راہ اختیار کرے اور دل کی نظر سے اسے دیکھے تو اس پر یہ راز کھل جائے گا کہ جہان سورج اور چاند کی وجہ سے روشن نہیں ہے بلکہ لا الہ کے نور سے روشن ہے ۔

فقط اک گردشِ شام و سحر ہے
اگر دیکھیں فروغِ مہر و مہ سے

معانی: فقط: صرف ۔ فروغ: چمک دمک ۔ مہر: سورج ۔ مہ: چاند ۔
مطلب: چاند ستاروں اور سورج کی روشنی بھی اسی نور سے پیدا ہوئی ہے ۔ اس رباعی میں اقبال نے مادہ پرستوں کے اس نظریہ کو پیش کرتے ہوئے کہ جہان مادہ سے پیدا ہواے ہے ۔ اس کی نفی کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ جہان اللہ تعالیٰ کے نور کی وجہ سے موجود ہے ۔ کائنات اور اس کی ہر شے کو اگر دل کی آنکھ وا کر کے دیکھا جائے تو ہمیں ہر ذرہ میں اس کے خالق اللہ تعالیٰ کے نور کا ظہور ملے گا ۔ قرآن کریم کی آیت اللہ نور السموات والارض (اللہ زمینوں آسمانوں کا نور ہے) اسی طرف اشارہ کرتی ہے ۔ وجودی صوفیا کی طرح اقبال بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ کائنات اور اس کی کسی بھی شے کا وجود حقیقی نہیں بلکہ امتیازی ہے ۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسما کے نور کی وجہ سے وجود میں آئی ہے ۔ اس لیے اسے موجود تو کہہ سکتے ہیں اس کا وجود تسلیم نہیں کر سکتے ۔ وجود صرف ایک ہے اللہ کا جو خود بخود قائم ہے ۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ اسی طرف اشارہ کر رہا ہے ۔ عبادت کے لائق صرف وہی ہے جو از خود قائم ہے ۔ جس کو کسی نے وجود نہیں دیا ۔ باقی ہر شے چونکہ اس کے وجود کی وجہ سے وجود رکھتی ہے اور از خود قائم نہیں اس لیے وہ اس قابل نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے یا اس کو رب تسلیم کیا جائے یا اسے خدا کی طرح کا از خود قائم وجود تسلیم کیا جائے ۔ یہی توحید اصلی ہے اگر دو وجود تسلیم کئے جائیں ایک خدا کا اور دوسرا کائنات کا تو شرک لازم ٹھہرے گا ۔

رباعیات

(۱۳)

کبھی دریا سے مثلِ موج ابھر کر

کبھی دریا کے سینے میں اتر کر

معانی: مثل موج: لہر کی مانند ۔ خودی: اپنی پہچان ۔

مطلب: خودی، اپنی معرفت حاصل کرنے اور پھر اس کے درجہ و مرتبہ کو ظاہر سے ظاہر تر کرنے کے کئی مرحلے اور صورتیں ہیں ۔ ان مراحل اور صورتوں کو علامہ نے ایک دریا کی علامت میں بند کیا ہے ۔ انھوں نے دریا سے کائنات مرادلی ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ اپنی خودی کو اجاگر کرنے اور اس کے ظہور خارجی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ دریائے کائنات میں لہروں کی مانند ابھرو مراد ہے اس کی عناصر اور قوتوں کو مسخر کرو ۔

کبھی دریا کے ساحل سے گزر کر

مقام اپنی خودی کا فاش تر کر

مطلب: دوسری صورت یہ ہے کہ اس دریا کے اندر اتر کر دیکھو کہ اس میں کیا ہے اور اس سے استفادہ کرو ۔ مراد ہے کہ اس کائنات کے ذرات کے پیچھے جو خالق کی صفات اور اسما کا نور موجود ہے اسے دیکھو ۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کائنات سے بالاتر ہو کر جہان روح کی سیر کرو اور روح کی بالیدگی کے اسباب پیدا کرو ۔ نفس کے خلاف جہاد کر کے دل کو غیر اللہ کے بتوں سے خالی کر دو ۔ غرض کہ مسلمان کے لئے لازم ہے کہ ہر طریقے سے اپنے اندر موجود خودی کی قوتوں کو خارج میں ظاہر کرے اور دریائے کائنات کو اپنی مرضی کے مطابق موڑ لے ۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو دریا کی مرضی اس پر مسلط ہو جائے گی اور وہ اپنی لہروں میں جس طرح پسند کرے گا اسے ڈبوتا رہے گا ۔ آج مسلمان کے زوال کا یہی

سبب ہے کہ اسے اپنی معرفت حاصل نہیں ہے اسے معلوم نہیں کہ وہ کن صلاحیتوں کا مالک ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر کیا جوہر رکھے ہیں اور اسے کس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے ۔

ملا زادہ ضیغم لولابی کشمیری کا بیاض

(۱)

پانی ترے چشموں کا تڑپتا ہوا سیماب

مرغانِ سحر تیری فضاؤں میں ہیں بیتاب

اے وادیِ لولاب

تعارف: بڈھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو، کے عنوان سے لکھی جانے والی نظم میں جس طرح علامہ نے بڈھا بلوچ ایک خیالی کردار تخلیق کیا ہے اسی طرح مندر بالا عنوان میں ملا ضیغم کے نام سے ایک فرضی شخص کا نام لیا گیا ہے جس کا تعلق برصغیر کے شمال کے ایک خوبصورت علاقہ کشمیر کی ایک وادی لولاب سے پیدا کیا گیا ہے اور اس کی یادداشتوں کی ایک فرضی بیاض (کاپی یا ڈائری) بتائی گئی ہے جس میں درج اس کے فرضی خیالات کو اقبال نے 19 نظموں میں قلم بند کیا ہے ۔ ان سب کا مقصود کشمیریوں کو کشمیری ہندو راجہ کی غلامی سے آزاد ہونے کا یقین کرنے، ان کو آزادی کی قدر و قیمت بتانے اور ان کی سوئی ہوئی صلاحیتوں کو جگانے سے ہے ۔

معانی: سیماب: پارہ ۔ مرغان سحر: صبح کے پرندے ۔ بے تاب: بے قرار ۔

مطلب: اس نظم میں وادی لولاب کو یا اس وادی کے باشندوں کو خطاب کرتے ہوئے علامہ ملا ضیغم لولابی کی زبان سے کہتے ہیں کہ اے لولاب کی وادی تو بہت خوبصورت ہے ۔ تیرے چشموں کا پانی پارہ کی طرح صاف، شفاف، سفید اور تڑپتا ہوا ہے اور تیری فضاؤں میں صبح کے وقت چہچہانے والے پرندے ادھر سے ادھر اڑتے پھرتے ہیں ۔

گر صاحبِ ہنگامہ نہ ہو منبر و محراب

دیں بندہَ مومن کے لیے موت ہے یا خواب

اے وادیِ لولاب

معانی: صاحب ہنگامہ: ولولہ یا شورش رکھنے والا ۔ منبر و محراب: مسجد کی دو جگہیں جن میں سے منبر پر بیٹھ کر خطیب خطبہ دیتا ہے اور محراب کے نیچے کھڑے ہو کر امام امامت کراتا ہے ۔ دین: مذہب اسلام ۔ بندہ مومن: صاحب ایمان ۔
مطلب: اگر تیری مسجدوں کے خطیب اور امام اپنے دلوں میں دین کے لیے صحیح تڑپ اور ولولہ نہیں رکھتے اور اگر مسجد کے منبروں اور محرابوں سے لوگوں میں آزادی اور جہاد کا ولولہ پیدا کرنے والی آوازیں نہیں اٹھتیں تو پھر ان کے دین کو دین کہنا غلط ہے ۔ دین تو سعی و عمل اور آزادی کا سبق دیتا ہے ۔ اے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والے شخص سمجھ لے کہ جس دین میں یہ باتیں نہیں ہیں وہ دین موت اور خواب کے برابر ہے ۔ اے وادی لولاب خدا کرے تیرے علمائے دین میں اور تیرے اماموں اور خطیبوں میں دین کی صحیح سمجھ پیدا ہو جائے اور انہیں تیرے باشندوں تک اس کے صحیح ابلاغ کا خیال آجائے ۔

ہیں ساز پہ موقوف نوا ہائے جگر سوز

ڈھیلے ہوں اگر تار تو بے کار ہے مضراب

اے وادیِ لولاب

معانی: ساز: موسیقی کا آلہ ۔ موقوف: منحصر ۔ نواہا: نوا کی جمع، نوا: آواز ۔ جگر سوز: جگر جلا دینے والی ۔ مضراب: ایک خاص قسم کا تار جسے انگلی میں پہن کر ساز کے تاروں کو چھیڑتے ہیں اور ان سے نغمہ پیدا ہوتا ہے ۔
مطلب: اس بند میں علامہ نے ساز اور اس سے متعلقہ علامتوں کے استعمال سے اپنا مفہوم واضح کیا ہے اور کہا ہے کہ

اے وادی لولاب کے باشندو جس طرح کسی ساز کے ڈھیلے تاروں سے ان کو مضراب سے چھیڑنے کے باوجود جگر کو جلا دینے والے نغمے پیدا نہیں ہوتے اسی طرح جب تک تم اپنے اندر دین کے لیے صحیح جذبہ اور تڑپ پیدا نہیں کرو گے دین تم میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکے گا ۔ یہ خطاب عام مسلمانوں کے لیے بھی ہو سکتا ہے اور ان کے رہنماؤں خصوصاً علما اور صوفیا کے لیے بھی ۔

ملا کی نظر نورِ فراست سے ہے خالی

بے سوز ہے میخانۂ صوفی کی مئے ناب

اے وادیِ لولاب

معانی: ملا: دین کا نمائندہ ۔ صوفی: روحانیت کا نمائندہ ۔ نور فراست: بصیرت کا نور، معاملات کی تہ اور انجام تک پہنچانے والی روشنی ۔ بے سوز: جس میں حرارت نہ ہو۔ میخانہ: شراب خانہ ۔ مئے ناب: خالص شراب ۔

مطلب: اے وادی لولاب آج تیرے شریعت اور طریقت کے علم برداروں کی حالت ناگفتہ بہ ہے ۔ شریعت کے حامل مولوی ، ملا اور علما بصیرت کے اس نور سے بے بہرہ ہیں جس سے وہ مسلمانوں کو درپیش معاملات کی اصلیت کو پا سکیں اور انجام تک کو دیکھ سکیں ۔ صوفی جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے پاس وجدان کی شراب ہے اور یہ خالص شراب پی کر آدمی اللہ میں مست اور دوسری مستی سے کنارہ کش ہو جاتا ہے وہ بھی رسم کے صوفی رہ گئے ہیں ان کے شراب خانہ میں اب وہ خالص شراب جس کو پی کر پینے والے کی روح میں حرارت پیدا ہو جائے باقی نہیں رہی ۔

بیدار ہو دل جس کی فغانِ سحری سے

اس قوم میں مدت سے وہ درویش ہے نایاب

اے وادی لولاب

معانی: بیدار ہوں: جاگ پڑیں ، زندہ ہو جائیں ۔ فغاں سحری: صبح کی فریاد ۔ درویش: فقیر، روحانیت کا علم بردار ۔ نایاب ہے: ملتا نہیں ہے ۔

مطلب: مسلمان کو اور مسلمان کے معاشرے کو خالصتاً اللہ کے لیے وقف کر دینے اور اسے دیناوی حرص و ہوس سے آزاد بنا دینے کا کام صرف درویش کرتا ہے ۔ وہ جو خود اللہ بس اور باقی ہوس کے اصول کے تحت زندگی بسر کر رہا ہو اور وہ خود بخود فانی اور بحق باقی ہو اس کی صحبت کے فیض اور نگاہ کی تاثیر سے دل زندہ ہو جاتے ہیں ۔ دل زندہ ہونے سے مراد دلوں کی وہ زندگی نہیں جو ان کو ہمارے سینے میں دھڑکا رہی ہے بلکہ یہ ایک روحانی زندگی ہے جو ان کو غیر اللہ کے بتوں سے خالی کر کے اور بعد میں اللہ کو بسا کر حاصل ہوتی ہے ۔ مرد درویش کے صبح کے وہ نالے اور وہ فریادیں جو وہ ہر طرف اور ہر چیز سے منہ موڑ کر ذکر و فکر کی صورت میں کرتا ہے اس کی صحبت میں بیٹھنے والوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں اور ان میں ایک قسم کی روحانی تبدیلی پیدا کر کے ان میں انسانیت کی اور مسلمانی کی صحیح صفات پیدا کر دیتی ہیں ۔ علامہ اس بات پر ملا ضیغم کی زبان سے افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ اب ایک مدت سے مسلمان قوم میں اس قسم کے درویش پیدا نہیں ہو رہے ۔ باپ دادا کی روحانی وراثت کی بجائے دنیاوی وراثت کے اعتبار سے تو گدی نشین جگہ جگہ نظر آئیں گے ۔ پیشہ ور، جعل ساز، لوٹ کھسوٹ کرنے والے اور اپنی خانقاہوں کی دنیاوی رونق بڑھانے والے تو بہت ملیں گے ۔ لیکن اللہ کا وہ درویش جو خالصتاً اللہ کے لیے جیتا اور مرتا تھا جو مظہر صفات الہٰی ہو کر بندہ مولا صفات بن چکا ہوتا تھا وہ جس کی مرضی اللہ کی مرضی میں گم ہوتی تھی اور اس بنا پر اللہ کی مرضی کے مطابق ہر چیز استوار کر دیتا تھا وہ جس کے ہاتھوں میں زمانے کے گھوڑے کی باگ دوڑ ہوتی تھی اور وہ اسے جدھر چاہے موڑنے کی اہلیت رکھتا تھا وہ جس کے بوریا سے تخت لرزا کرتے تھے اور وہ جس کے جھونپڑی کے آگے محل جھک جاتے تھے اب کہیں نظر نہیں آتا ۔

(۲)

موت ہے اک سخت تر، جس کا غلامی ہے نام

مکر و فنِ خواجگی کاش سمجھتا غلام

معانی: مکر و فن خواجگی: آقاؤں کا مکر اور فریب ۔ کاش: خدا کرے ایسا ہوتا ۔

مطلب: ایک موت تو وہ ہے جو طبعی ہے ۔ جس میں آدمی کے بدن سے روح نکل جاتی ہے لیکن کسی اور عالم میں زندہ رہتی ہے ۔ اس کے علاوہ ایک اور موت بھی ہے ۔ اس دوسری موت میں روح تو بدن سے نہیں نکلتی آدمی زندہ تو ہوتا ہے لیکن زندہ ہوتے ہوئے اس کی روح بدن میں مرجاتی ہے ۔ روح کی اس موت کا نام ملا ضیغم کی زبان سے اقبال نے غلامی رکھا ہے ۔ یہ اصل اور طبعی موت سے بھی بری اور سخت ہوتی ہے ۔ اس میں غلام کی مرضی اس کے آقا کی مرضی میں گم رہتی ہے ۔ وہ اپنے آقا کے تابع فرمان ہو کر وہی کچھ کرتا ہے جو اس کا آقا چاہتا ہے ۔
غلامی سے آزاد ہونے کی آرزو اول تو غلام میں پیدا ہی نہیں ہوتی لیکن اگر ہو بھی جائے تو مرجاتی ہے یا خام رہتی ہے اس کے آقا اپنے مکر و فن اور حیلے بہانے سے اسے غلامی کے چکر سے نکلنے ہی نہیں دیتے ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ملوکیت کے جملہ مہرے جن میں بادشاہ، جاگیردار، بڑے زمیندار، سرمایہ دار وغیرہ سب آتے ہیں مکاری اور عیاری کے فن میں اتنے ماہر ہوتے ہیں کہ وہ اپنے زیر فرمان اور ماتحت لوگوں کو اس فن کے جادو سے غلامی کی قید سے اسی طرح مانوس کر دیتے ہیں جس طرح قیدی پرندہ پنجرے سے مانوس ہو جاتا ہے اور اس کے پر مفلوج ہو کر اڑنے کے قابل نہیں رہتے ۔

شرعِ ملوکانہ میں جدتِ احکام دیکھ

صور کا غوغا حلال، حشر کی لذت حرام

معانی: شرع ملوکانہ: بادشاہت کے قوانین، بادشاہت کا مذہب ۔ جدت: نیاپن ۔ احکام: حکم کی جمع ۔ صور: ایک آلہ جسے جب قیامت کے روز اسرافیل نامی ایک فرشتہ پھونکے گا تو سب مردے جی اٹھیں گے اور میدان قیامت میں جمع ہو جائیں گے ۔ حساب: کتاب دینے اور جزا و سزا سننے کے لیے ۔ غوغا: شور ۔ حلال: جائز مذہبی طور پر ۔ حرام: ناجائز مذہبی طور پر ۔

مطلب: ملوکیت کے مذہب یا بادشاہت کے قانون کی بنیادی شق یہ ہے کہ غلاموں کو کسی طور پر غفلت سے جاگنے اور جاگ کر آزادی کے لیے راہ عمل پر گامزن ہونے کی اجازت نہ دی جائے چاہے اس میں فریب کاری یا قوت کے استعمال سے کام کیوں نہ لینا پڑے ۔ اس صورتحال کا ملا ضیغم نے قیامت کی علامتوں میں سے ظاہر کیا ہے اور کہا ہے کہ اسرافیل فرشتے کے صور کا آلہ پھونکنے کا یہ نتیجہ ہو گا کہ اس کی آواز سن کر سب مردے اپنی اپنی قبروں سے نکل کر میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے ۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی مردہ صور کی آواز تو سن لے لیکن دوبارہ زندہ ہو کر میدان حشر میں نہ پہنچے لیکن بادشاہت نے اپنے مذہب میں دیکھیے کیا کیا حکم جاری کر رکھے ہیں ۔ ان حاکموں کے تحت صور پھونکنے تک کی بات تو جائز لیکن صور کی آواز سن کر مردوں کے جی اٹھنے اور میدان حشر میں آجانے کی بات درست نہیں ہے ۔ مراد ہے کہ یہاں تک تو درست ہے کہ غلام کے جی میں اگر آزاد ہونے کا خیال پیدا ہو جائے تو کوئی بات نہیں لیکن اس خیال کو اپنی شاہانہ قوت اور مکر و فریب سے کام لے کر عملی شکل میں نہ آنے دیا جائے ۔

اے کہ غلامی سے ہے روح تری مضمحل

سینۂ بے سوز میں ڈھونڈ خودی کا مقام

معانی: مضمحل: کمزور، ناتواں ۔ سینہ بے سوز: وہ سینہ جس میں حرارت نہیں ہے ۔ خودی: اپنی پہچان، انسانیت ۔ مقام: جگہ ۔

مطلب: اے وہ شخص جس کی روح غلامی کی زندگی بسر کرنے کی وجہ سے کمزور اور ناتواں ہو چکی ہے اور جس کا سینہ عمل کی حرارت سے خالی ہو چکا ہے تجھے اپنی روح کو پھر سے زندہ کرنے اور مضبوط بنانے اور آزادی کی نعمت سے مالا مال

ہونے کا طریقہ میں بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اپنے اندر خودی پیدا کرو۔ اپنی پہچان کرو اور اس حقیقت کو پا لو کہ میں تو آزاد پیدا ہوا ہوں۔ آزاد رہنا میرا حق ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی غلامی کے سوا ہر قسم کی غلامی میرے مرتبہ آدمیت اور شرف انسانیت کے خلاف ہے۔

(۳)

آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر
کل جسے اہلِ نظر کہتے تھے ایرانِ صغیر

معانی: محکوم: غلام ۔ مجبور: جبر کے تحت ۔ فقیر: غریب ۔ کل: گزرا ہوا زمانہ ۔ اہلِ نظر: نظر والے، بصیرت والے ۔ ایران صغیر: چھوٹا ایران ۔
مطلب: آج وہ کشمیر جسے اپنی شادابی اور خوش حالی کی وجہ سے گزشتہ زمانے میں دانائی اور بصیرت رکھنے والے اور بات کی تہہ تک پہنچنے والی نظر رکھنے والے چھوٹا ایران کہتے تھے آج وہ ہندووَں کے ظلم و ستم اور لوٹ گھسوٹ کی وجہ سے اس حالت کو پہنچ چکا ہے کہ یہاں کے مسلمان خوشحالی کی بجائے بدحالی سے دوچار ہیں ۔ آزادی کی بجائے غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں ۔ ملوکیت کے جبر کے تحت رہ رہے ہیں ۔ غربت، تنگ دستی اور محتاجی کی زندگی بسر کر رہے ہیں ۔ یاد رہے کہ انگریزوں نے برصغیر پر قبضہ کے بعد کشمیر کے آزاد علاقے کو چند لاکھ کے عوض ایک ہندو ڈوگرہ کے ہاتھ بیچ دیا تھا اور یہاں کے لوگوں کو اس کی غلامی میں دے دیا تھا ۔

سینۂ افلاک سے اٹھتی ہے آہِ سوزناک
مردِ حق ہوتا ہے جب مرعوبِ سلطان و امیر

معانی: سینہ افلاک: آسمانوں کا سینہ ۔ آہ سوزناک: جلا دینے والی آہ ۔ مرعوب ہوتا ہے: رعب اور دبدبہ سے خوف کھاتا ہے ۔ سلطان: بادشاہ ۔
مطلب: جب کوئی مرد حق (وہ شخص جو اللہ کے سوا کسی کو اپنا مالک نہ سمجھے) اللہ کو چھوڑ کر بادشاہوں اور امیروں کو اپنا

مالک سمجھنے لگتا ہے اور ان کے دبدبہ اور خوف کی وجہ سے ان کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے لگتا ہے تو آسمانوں کے سینہ سے بھی جلا دینے والی آہ نکلتی ہے کہ ایسا کیوں ہوا ۔

کہہ رہا ہے داستاں بیدردیِ ایام کی

کوہ کے دامن میں وہ غم خانۂ دہقانِ پیر

معانی: داستاں : کہانی ۔ بیدردی: ظلم ۔ ایام: جمع یوم بمعنی دن مراد ہے زمانہ ۔ کوہ: پہاڑ ۔ دامن: جھولی ۔ غم خانہ : نعمت کا گھر ۔ دہقان پیر: بوڑھا کسان ۔

مطلب: ملا ضیغم کہتا ہے کہ اس کشمیر کے ساتھ جو کل تک آزاد اور خوش حال تھا زمانے نے کیا ظلم کیا ہے اس کا ہلکا سا اندازہ کرنا ہو تو پہاڑ کے دامن میں بوڑھے کسان کے اس گھر کو دیکھ لو جہاں غربت، بھوک، تنگ دستی، بیماری وغیرہ کے سوا کچھ نہیں ۔ اسے گھر نہیں غم کا گھر کہنا چاہیے ۔ یہ صورت حال اس ہندو راجہ کی پیدا کی ہوئی ہے جس نے کوڑیوں کے مول کشمیر اور کشمیری قوم کو خرید کر اسے غلام بنا لیا تھا ۔

آہ یہ قومِ نجیب و چرب دست و تر دماغ

ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیر گیر

معانی: آہ: افسوس کا کلمہ ہے ۔ قوم نجیب: شریف قوم ۔ چرب دست: ہاتھوں سے نفیس کام کرنے والی، ہنر مند، دستکار ۔ تر دماغ: طباع، ذہین ۔ روز مکافات: بدلے کا دن ۔ خدائے دیر گیر: دیر سے گرفت کرنے والا خدا ۔

مطلب: اس شریف النسل، ہنر مند اور ذہین قوم کی بدحالی کو دیکھ کر میرے سینے سے آہ نکلتی ہے ۔ مجھے انتہائی دکھ اور افسوس ہوتا ہے ۔ اے گناہ اور جرم کرنے والوں کو ڈھیل دینے اور ان کی دیر سے گرفت کرنے والے خدا تو ان لوگوں کو کب پکڑے گا اور کب سزا دے گا جنھوں نے کشمیر اور کشمیریوں کو اس حال تک پہنچایا ہوا ہے ۔ اے خدا بدلے کا وہ دن کب آئے گا ۔

(۴)

گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہو

تھرتھراتا ہے جہانِ چار سو ورنگ وبو

معانی: لہوگرم ہونا: خون میں حرارت پیدا ہونا ۔ محکوم: غلام ۔ جہان چار سو: چار طرفوں والا جہان ۔ جہان رنگ وبو: رنگ اور خوش بو والا جہان جو خوش نما بھی ہے اور فانی بھی ۔

مطلب: جب غلام قوم غلامی کی بدحال زندگی گزارتے گزارتے تنگ آ جاتی ہے تو اس میں آزاد ہونے کا جذبہ انگڑائی لینے لگتا ہے اور اسکے لہو میں آزادی کی حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ جان پر کھیل کر بھی اپنے آقاؤں کے مقابلے پر آ جاتا ہے ۔ ایسی صورت میں یہ مشرق، مغرب، شمال اور جنوب وغیرہ کی چار طرفیں رکھنے والا اور رنگ وخوشبو کی طرح کا خوشنما مگر جلد اڑ جانے والا جہان یعنی فانی اور عارضی جہان کانپنے لگتا ہے مراد ہے کہ ان کی ہمت اور عزم کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہرتی ۔

پاک ہوتا ہے ظن و تخمیں سے انساں کا ضمیر

کرتا ہے ہر راہ کو روشن چراغِ آرزو

معانی: ظن و تخمین: شک اور اندازہ ۔ ضمیر: ذہنیت، افتاد، دل، ایک باطنی طاقت جو ہمیشہ آدمی کو برائی سے روکتی ہے اور اچھائی کی طرف مائل رکھتی ہے ۔ چراغ آرزو: خواہش کا دیا ۔

مطلب: جب غلام قوم میں آزادی کی لہر دوڑ جاتی ہے تو اس کے افراد کے دل اور ذہنیتیں شک اور اندازہ کی کش مکش سے نکل کر زندگی کے حقائق پر یقین کرنے لگتی ہیں اور آزاد ہونے کا جو دیا ان کے سینوں میں آرزو کی شکل میں

جل اٹھتا ہے اس کی روشنی میں وہ زندگی کے ہر شعبہ کے راستہ کو روشن رکھتے ہیں اور اس پر چل کر اپنی منزل تک پہنچ جاتے ہیں ۔

وہ پرانے چاک جن کو عقل سی نہیں سکتی

عشق سیتا ہے انہیں بے سوزن و تارِ رفو

معانی: چاک :گریبان یا کسی اور جگہ کے کپڑے کا پھٹا ہوا حصہ ۔ سوزن: سوئی ۔ تار رفو: سینے کا دھاگہ ۔

مطلب: وہ پھٹا ہوا گریبان جس کو عقل سی نہیں سکتی اسے عشق بغیر سوئی کے اور بغیر سینے کے دھاگے کے سی دیتا ہے ۔ مراد ہے غلامی کے زمانے میں غلام کی زندگی جس طرح بدحالی کا شکار ہوتی ہے اور عقل اسے سو حیلے بہانے سے اس غلامی کی زندگی پر قناعت کرنے کے لیے جس طرح کہتی رہتی ہے یہ صورت حال اس وقت باقی نہیں رہتی جب غلام قوم کے افراد میں آزادی کا بے پناہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اپنے مقصد کے حصول کی خاطر اس میں عشق کی حد تک کی گرمی اور حرارت پیدا کر لیتے ہیں ۔ انہیں اس وقت ایک ہی لگن ہوتی ہے اور وہ ہوتی ہے آزادی حاصل کرنے کی لگن چاہے اس کے لیے انہیں کوئی قربانی کیوں نہ دینی پڑے ۔

ضربتِ پیہم سے ہو جاتا ہے آخر پاش پاش

حاکمیت کا بتِ سنگیں دل و آئینہ رُو

معانی: ضربتِ پیہم : مسلسل ضرب، لگانا، چوٹ ۔ پاش پاش: ٹکڑے ٹکڑے، ریزہ ریزہ ۔ حاکمیت : حاکم ہونا، آقا ہونا ۔ سنگیں دل :پتھر دل، سخت دل ۔ آئینہ رو: آئینہ کے چہرے والا، خوبصورت، حسین ۔

مطلب: حاکمیت اور آقائیت کا وہ بت جس کا چہرہ تو حسین لیکن دل پتھر کا ہوتا ہے آخر غلام قوم کے افراد کی مسلسل ضرب اور چوٹ سے ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے ۔ غلامی کی زندگی میں غلاموں کو اپنے آقاؤں کا طرز عمل برا نہیں لگتا حالانکہ وہ سخت دل ان پر طرح طرح کے ظلم ڈھاتے ہیں لیکن جونہی ان میں آزادی کی آرزو مچلنے لگتی ہے اور اس کے حصول

کے لیے ان کے خون میں حرارت پیدا ہوتی ہے تو ان کے سامنے اپنے آقاؤں کے اصل چہرے آجاتے ہیں جن کو وہ اپنی لگاتار کوشش کے بعد اپنے راستے سے ہٹا دیتے ہیں اور آزادی کی نعمت سے مالامال ہو جاتے ہیں ۔

ملا زادہ ضیغم لولابی کشمیری کا بیاض

(۵)

درّاج کی پرواز میں ہے شوکتِ شاہیں

حیرت میں ہے صیاد یہ شاہیں ہے کہ درّاج

معانی: دراج: تیتر ۔ پرواز: شوکت شاہیں : شاہین کی جمع ۔ صیاد: شکاری ۔ شاہین: ایک سفید رنگ کا پرندہ جو کمزور پرندوں کا شکار کرتا ہے ۔

مطلب: اس شعر میں تیتر اور شاہین اور صیاد کی علامتوں میں کشمیری عوام کی آزادی کے لیے جدوجہد کرنے کی بات کی گئی ہے ۔ وہ کشمیری جو صدیوں سے تیتر کی یعنی کمزور قوم کی غلامانہ زندگی بسر کر رہے ہیں وہ ہندووَں کے ظلم واستبداد کا شکار بنے ہوئے تھے اب ان میں آزادی کی تڑپ پیدا ہونے پر شاہین جیسی جراَت اور طاقت پیدا ہو گئی ہے ۔ کل تک جو شکاری کا شکار ہو رہے تھے آج اپنی ہمت، جرات اور عزم آزادی کی بنا پر شکاری کو پریشان کر رہے ہیں اور شکاری ان کی پرواز دیکھ کر اس شش وپنج میں ہے کہ یہ تیتر ہیں یا باز ہیں ۔ مراد ہے کہ 1930ء میں کشمیریوں نے ڈوگرہ حکمرانوں اور آج کے ہندووَں سے آزادی حاصل کرنے کی جو جرات مندانہ تحریک شروع کی اس کو دیکھ کر حکمران حیرت زدہ رہ گئے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ کل تک جو قوم کمزور اور غلام تھی آج اس میں آزاد ہونے کی تڑپ، ہمت اور جرات کہاں سے آ گئی ہے ۔

ہر قوم کے افکار میں پیدا ہے تلاطم

مشرق میں ہے فردائے قیامت کی نمود آج

معانی: افکار: فکر کی جمع، سوچ ۔ تلاطم: دریا یا سمندر میں طغیانی پیدا ہونا، لہروں کا جوش میں ایک دوسرے سے ٹکرانا، تھپیڑے کھانا ۔ فردائے قیامت: کل آنے والی قیامت ۔ نمود: ظہور ۔

مطلب: یہ صرف کشمیریوں ہی کی بات نہیں ، سارے مشرق میں اہل مغرب کی صدیوں کی غلامی کے خلاف زوردار تحریکیں پیدا ہو چکی ہیں اور مختلف ممالک کے غلامی کے سمندروں میں طغیانی آچکی ہے جن کی لہریں آزاد ہونے کے لیے ابھر رہی ہیں ۔ آج سارے مشرق میں آنے والی قیامت کا ظہور ہو رہا ہے ۔ مراد ہے جس طرح قیامت کے روز مردے اپنی قبروں میں جاگ اٹھیں گے اسی طرح مشرقی اقوام بھی جو صدیوں سے غفلت کی نیند سوئی ہوئی تھیں اور اپنی غلامی کی زندگی پر رضا مند ہو کر مردہ ہو چکی تھیں آج جاگ رہی ہیں اور اپنی آزادی کے لیے اپنے آقاؤں سے ٹکرانے کا ان میں جذبہ پیدا ہو چکا ہے ۔

فطرت کے تقاضوں سے ہوا حشر پہ مجبور

وہ مردہ کہ تھا بانگِ سرافیل کا محتاج

معانی: فطرت: قدرت، سرشت، خلقت ۔ تقاضاؤں: تقاضا کی جمع، اصرار، طلب، خواہش، ضرورت ۔ حشر: وہ دن جب مردے جی اٹھیں گے اور حساب کتاب دینے اور جزاوسزا کے لیے ایک جگہ جمع ہوں گے، قیامت کا دن ۔ بانگ سرافیل: اسرافیل فرشتے کی آواز قیامت کے دن اسرافیل صور نامی ایک آلہ میں آواز پیدا کرے گا جس کو سن کو تمام مردے اپنی اپنی قبروں اور جگہوں سے زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے ۔ محتاج: ضرورت مند ۔

مطلب: قدرت کی طلب اور آدمی کی اپنی خلقت اور سرشت کا اصرار یہ ہے کہ ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کا غلام نہ ہو ۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ کتا کتے کے سامنے سر خم نہیں کرتا ۔ لڑ بھڑ جاتا ہے آدمی تو اشرف المخلوق ہے وہ کیوں ایک دوسرے کے سامنے سر خم کرے ۔ آزاد رہنا اس کا پیدائشی حق ہے ۔ آج مشرق کے غلام لوگ اس پیدائشی حق کو حاصل کرنے کے لیے مغرب کے آقاؤں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ۔ ان غلاموں کی مثال تو ان مردوں کی سی ہو گئی تھی جن کو قیامت کے دن سرافیل فرشتے کے صور پھونکنے کی آواز بھی شاید نہ اٹھا سکتی لیکن آج وہ صور کی

اس آواز سے پہلے ہی حشر کی سی زندگی کا نمونہ پیش کر چکے ہیں ۔ مراد ہے کہ مشرق کا غلام وہ اپنی غفلت کی نیند سے بیدار ہو چکا ہے اور اپنی غلامی کی مردہ حالت کو تبدیل کر کے پھر سے آزادی کی زندگی کے حصول کے لیے تڑپ رہا ہے اور اس کے لیے کوشش کر رہا ہے ۔

(٦)

رندوں کو بھی معلوم ہیں صوفی کے کمالات
ہر چند کہ مشہور نہیں ان کے کرامات

معانی: رند: شرابی، دنیادار، آزاد منش ۔ کمالات: کمال کی جمع، کسی فن یا ہنر میں کمال حاصل کرنا ۔ کرامات: کرامت کی جمع، کسی بزرگ سے ایسے فعل کا سرزد ہونا جو فطرت اور عقل سے ماورا ہو ۔

مطلب: وہ رند جو صوفی کی ضد ہے اور جو آزاد منش اور شرابی ہے وہ بھی جانتا ہے کہ ایک صوفی اپنے اندر فن تصوف کے کون کون سے کمالات رکھتا ہے چاہے وہ اس کی کرامت سے واقف نہ بھی ہو ۔ اور اسے یہ معلوم نہ بھی ہو کہ اس عقل سے ماورا اور فطرت سے فوق کون کون سے فعل سرزد ہوتے ہیں ۔

خودگیری و خودداری و گلبانگ انا الحق
آزاد ہو سالک تو ہیں یہ اس کے مقامات

معانی: خودگیر: ہر بات میں خود کفیل ۔ خودداری: اپنی عزت خود بحال رکھنے کا عمل، متانت، سنجیدگی، عزت نفس ۔ گلبانگ: خوش گوار آواز ۔ انا الحق: میں حق ہوں، ایک صوفی منصور نے یہ کہا تھا ۔ سالک: سلوک طے کرنے والا، درویش، ولی ۔ مقامات: مقام کی جمع، تصوف کے راستے کی منزلیں ۔

مطلب: بے شک کوئی صوفی اپنے اندر تصوف و ولایت کے فن کے بہت کمالات رکھتا ہو لیکن اگر وہ غلام ہے تو یہ

کمالات بے فائدہ ہیں کیونکہ غلام ہوتے ہوئے اس کا اپنا وجود، اس کا اپنا ضمیر اور اس کی اپنی مرضی اس کے آقا کی ہو جاتی ہے اگر سالک آزاد ہے تو کمالات کرامات کے نہ ہوتے ہوئے وہ کسی کا محتاج نہیں ہو گا ۔ ہر ایک سے بے نیاز صرف اللہ کا نیاز مند ہو گا ۔ عزت نفس کا حامل ہو گا ۔ کسی کے آگے نہ جھکے گا، نہ کسی کے آگے دست سوال دراز کرے گا ۔ نہ دوسروں کی روزی پر پلے گا ۔ وہ میں حق ہوں کا نعرہ بلند کرے گا اور پکارے گا کہ میرا وجود فنا ہو کر حق باقی رہ گیا ہے ۔ یہ وہ نعرہ تھا جو منصور نامی ایک صوفی نے اس وقت لگایا تھا جب وہ فنا اور بقا کے اس مقام پر پہنچا تھا جہاں وہ خود فانی ہو کر بحق باقی رہ گیا تھا ۔ سالک کے راستے کی منزلوں یا مقامات میں سے ملا ضیغم کی زبان سے علامہ نے صرف تین کا ذکر کیا ہے ۔ اس کے علاوہ اور مقامات بھی ہوتے ہیں ۔

محکوم ہو سالک تو یہی اس کا ہمہ اُوست

خود مردہ و خود مرقد و خود مرگِ مفاجات

معانی: محکوم: غلام، سالک: سلوک یا تصوف کی منزلیں طے کرنے والا، ولی ، درویش ۔ ہمہ اوست: سب کچھ وہی ہے ۔ مرقد: قبر۔ مرگ مفاجات: ناگہانی موت ۔ مردہ: مرا ہوا، بے حس ۔

مطلب: ہمہ اوست کا عقیدہ کہ سب کچھ وہی ہے مراد ہے سب ذرات کائنات اوراشیائے کائنات میں اللہ کی صفات جاری و ساری ہیں اور اس عمل کی بنا پر ان کو وجود دکھائی دیتا ہے اگر تو یہ آزاد کا عقیدہ ہے تو یہ اس کے اور مخلوق خدا کے لیے فائدہ والا ہے ۔ اس عقیدے کی بنا پر لوگ خود کو مقام فنا پر سمجھیں گے اور اللہ کو باقی خیال کریں گے جس کی بنا پر وہ سوائے اللہ کے کسی کے آگے نہیں جھکیں گے کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کریں گے ۔ کسی کے محتاج نہیں ہوں گے لیکن یہی عقیدہ اگر کسی غلام قوم کے صوفی کا ہو تو یہ اسے اس طرح کی خودی، خودداری اور عزت نفس ختم ہو جاتی ہے اور وہ ایک ایسے شخص کی مانند ہو جاتا ہے جس پر ناگہانی موت آئی ہے وہ خود اپنی موت کا سبب بن جاتا ہے ۔ یہ موت اس کے جسم کی میت نہیں ہوتی اس کی شخصیت کی موت ہوتی ہے ۔

اس موت کے بعد یہی شخصیت مردہ اس کی قبر بن جاتی ہے اور وہ اس میں مردوں کی سی بے بس زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتا ہے ۔

ملا زادہ ضیغم لولابی کشمیری کا بیاض

(۷)

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری

کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

معانی: خانقاہ: درویشوں کے رہنے کی جگہ جہاں لوگوں کی روحانی تربیت کی جاتی ہے ۔ شبیر: حضرت محمد مصطفی ﷺ کے چھوٹے نواسے کا نام حضرت امام حسین ۔ رسم شبیری: جو رسم حضرت امام حسین نے کربلا میں ادا کی اور باطل کے مقابلے میں ڈٹ گئے ۔ فقر خانقاہی: خانقاہ تک محدود فقیری، جو عملی دنیا سے بے گانہ ہو۔ اندوہ: رنگ، ملال ۔ دلگیری: صدمہ، دل پر صدمہ اور رنج کی کیفیت ۔ فقط: صرف ۔

مطلب: علامہ عہد حاضر کے ان فقیروں، درویشوں اور صوفیوں کو جنھوں نے اپنے آپ کو اپنی خانقاہوں تک محدود کر رکھا ہے اور عملی دنیا سے کوئی سروکار نہیں رکھتے کہا ہے کہ تمہاری یہ خانقاہی زندگی رہبانیت کے برابر ہے ۔ تم اپنی خانقاہوں سے نکلو اور عملی میدان میں آکر امت مسلمہ کے مسائل کا حل تلاش کرو۔ ان کو غلامی کی زنجیریں کاٹنے کا مشورہ بھی دو اور اسکے کاٹنے میں ان کی مدد بھی کرو۔ ان کو جابر طاقتوں کے سامنے سر اٹھانے کے لیے بھی کہو اور خود بھی اس عمل میں حصہ لو۔ جس طرح حضرت امام حسین نے اپنے وقت کے جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کہا تھا اور حق کی سربلندی کے لیے کربلا کے میدان میں اپنی، اپنے رفقائے کار اور اہل خاندان کی جانیں قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا تھا تم بھی ان کے نقش قدم پر چل کر وقت کے طاغوتی اور جابر قوتوں کے خلاف محاذ قائم کرو چاہے اس میں جانیں بھی قربان کیوں نہ کرنی پڑیں ۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے اور خود کو خانقاہی رسوم اور عبادات کے ادا کرنے تک ہی محدود رکھو گے تو یاد رکھو تمہاری یہ زندگی رنج و ملال اور صدمہ و غم کی زندگی کے سوا کچھ نہیں ہوگی ۔ یہ رہبانیت کی زندگی ہوگی جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا ۔

ترے دین وادب سے آ رہی ہے بوئے رہبانی

یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالمِ پیری

معانی: بوئے رہبانی: ترک دینا کی بو۔ رہبانی: ترک دنیا۔ امت: قوم۔ عالم پیری: بڑھاپے کی حالت، اخیر عمر کا زمانہ۔

مطلب: اے وہ صوفی جس نے خود کو عملی دنیا سے بے گانہ کر رکھا ہے تو جو مذہبی خیالات اور ادبی افکار پیش کر رہا ہے مجھے اس میں سے ترک دنیا اور بے عملی کی بو آ رہی ہے۔ جب کسی قوم کی موت آئی ہوئی ہوتی ہے تو اس کا اور اس کے بزرگوں کا یہی حال ہوتا ہے جس طرح کسی شخص پر بڑھاپا آ جاتا ہے۔ اور اس کی یہ اخیر عمر اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ اب وہ مرنے والا ہے اسی طرح اے صوفی تیری بے عملی اور ترک دنیا سکھانے والی زندگی اور خیالات اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ تو اور تیری قوم بھی مرنے کے قریب ہے۔ خانقاہ کی محدود اور بے عمل زندگی کو چھوڑ کر خود بھی مرنے سے بچ اور اپنی قوم کو بھی مرنے سے بچا۔ یہاں مرنے سے مراد بے حس ہونا، عمل سے بیگانہ ہونا، غلام بن کر زندگی بسر کرنا اور جبر و جور کی قوتوں کے آگے سر تسلیم خم کرنا وغیرہ سے ہے

شیاطینِ ملوکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو

کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ نخچیری

معانی: شیاطین: شیطان کی جمع۔ ملوکیت: بادشاہت، آقائیت۔ نخچیر: شکار۔ ذوق نخچیری: شکار ہو جانے کی لذت۔

مطلب: ملوکیت کا نظام دنیا میں شیطان کا پیدا کردہ ہے اس نظام میں بادشاہ اور اسکو تقویت بخشنے اور خود کو اس کے سایہ میں محفوظ سمجھنے والی جاگیری، زمنیداری، وڈیرہ پن اور سرمایہ داری کی قوتیں سرگرم عمل ہو کر لوگوں کو اپنا محتاج، دست نگر اور غلام بنا لیتی ہیں۔ یہ طبقے لوگوں کو اپنی غلامی پر رضامند اور خوش رکھنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانوں اور مکر و فریب سے کام لیتے ہیں اور ان کی عزت و ناموس اور خودداری و خودگیری کی صلاحیتوں اور قوتوں کو اس انداز سے سلا دیتے ہیں کہ وہ اس میں خوش نظر آتے ہیں۔ علامہ نے اس کیفیت کو شکار اور شکاری کی علامتوں

سے سمجھایا ہے اور بتایا ہے کہ ان شکاریوں کے پاس کچھ ایسا جادو ہوتا ہے کہ شکار خود شکار ہونے کے لیے تیار رہتا ہے اور اپنے شکار ہونے میں لذت محسوس کرتا ہے ۔

چہ بے پرواگزشتند از نوائے صبح گاہِ من

کہ برد آں شور و مستی از سیہَ چشمان کشمیری

مطلب: ملا زادہ ضیغم لولابی افسوس کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ان سیاہ آنکھوں والے کشمیریوں سے وہ دینی اور قومی جذبہ کون لے گیا کہ وہ میری صبح کی فریاد کو نظر انداز کر گئے اور کوئی پرواہ نہ کی ۔ یعنی میری صبح کے وقت کی آواز سے اہل کشمیر اس طرح بے پروا ہو کر گزرے ہیں کہ جیسے ان کی سیہ آنکھوں سے کوئی وہ شور و مستی لے گیا ہو جس سے وہ دوسروں پر جادو کر سکتے تھے ۔ مراد یہ ہے کہ یہی کشمیری جو آج غلامی اور بے بسی کی زندگی بسر کر رہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں کبھی آزاد تھے اور زندگی کے ہر شعبے میں نہ صرف سرفراز تھے بلکہ دوسرے بھی ان سے استفادہ کرتے تھے ۔

(۸)

سمجھا لہو کی بوند اگر تو اسے تو خیر

دل آدمی کا ہے فقط اک جذبہَ بلند

معانی: فقط: صرف ۔ جذبہ بلند: بلند جذبہ ۔

مطلب: اے کشمیر کے باشندے، اے مرد مسلمان اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ دل ایک خون کو رواں رکھنے والا آلہ ہے اور لہو کی بوند ہے تو تو سمجھتا رہ مگر ایسا نہیں ہے تیرے سینے میں جو دل ہے وہ صرف خون کی ایک بوند کا نام ہے بلکہ اس کے اندر جو بلند جذبہ پیدا ہوتا ہے اس کا نام ہے ۔ دل کو گوشت کا لوتھڑا سمجھنا تیری نا سمجھی کی دلیل ہے ۔ دل دراصل

ایک غیر مادی جوہر ہے ایک نورانی لطیفہ ہے تو دل کے گوشت کے لوتھڑے میں اس جوہر اور نورانی لطیفہ کو تلاش کر اور کسی مرد درویش کی صحبت میں جا کر اس سے اور اس کی تلاش کے فن سے آگاہی حاصل کر ۔ جب یہ نوانی لطیفہ والا دل تجھ میں پیدا ہو جائے گا تو کائنات تیرے آگے سر خم کرنے لگے گی ۔

گردش مہ و ستارہ کی ہے ناگوار اسے

دل آپ اپنے شام و سحر کا ہے نقشبند

معانی: گردش مہ و ستارہ: چاند اور ستارہ کی گردش ۔ ناگوار: ناپسند ۔ سحر: صبح ۔ نقشبند: نقش بنانے والا ۔

مطلب: ظاہری اور مادی دنیا میں صبح و شام کا آجا، موسموں کا بدلنا وغیرہ بے شک چاند ستاروں کی گردش سے ہوتا ہے لیکن روحانی دنیا ان قوانین قدرت کی پابند نہیں ہے اس کی اپنی دنیا ہے ۔ اس کے اپنے موسم اور اپنی صبح اور شا میں ہیں یہ سب کچھ انسانی دل اور اس کی ان کیفیتوں سے پیدا ہوتا ہے جو عاشق کی صحبت و نگاہ سے ابھرتی ہیں ۔ جس انسان کے سینے میں ایسا دل پیدا ہو جاتا ہے وہ مر کر بھی نہیں مرتا اور وہ خدا کے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہو کر زندگی گزارنے پر آمادہ رہتا ہے ۔ غلامی اور محتاجی اس کے پاس نہیں بھٹکتی ۔

جس خاک کے ضمیر میں ہے آتشِ چنار

ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاکِ ارجمند

معانی: خاک: مٹی ۔ ضمیر: دل ۔ آتش: آگ ۔ چنار: کشمیر کی وادی میں اگنے والے درخت جن کے پھول آگ کی طرح روشن ہوتے ہیں ۔ سرد ہو: ٹھنڈی ہو ۔ خاک ارجمند: مبارک مٹی ۔

مطلب: جس مٹی میں ، جس انسانی جسم میں ایسا دل پیدا ہو جاتا ہے کہ اس میں چنار کے سرخ پھولوں کے رنگ کی سی حرارت اور تپش پیدا ہو چکی ہو اس دل کی آگ اس کے مبارک جسم میں کبھی ٹھنڈی نہیں ہو سکتی وہ دل اپنے اندر عشق کی ایسی آگ پیدا کر لیتا ہے جس کا کوئی دنیاوی لالچ، کوئی طاغوتی طاقت، کوئی جبر، کوئی ظلم اور کوئی احتیاج اس سے

نکال باہر نہیں کر سکتی ۔ اے چنار کے درختوں والی وادیوں اور پہاڑوں میں رہنے والے کشمیری اپنے اندر ایسا دل پیدا کر ۔

ملازادہ ضیغم لولابی کشمیری کا بیاض

(۹)

کھلا جب چمن میں کتب خانۂ گل

نہ کام آیا ملا کو علمِ کتابی

معانی: چمن: باغ ۔ کتب خانہ گل: پھولوں کا کتاب گھر ۔ ملا: دینی عالم ۔ علم کتابی: کتاب کا علم ۔
مطلب: جب باغ میں پھولوں کا کتاب گھر کھل گیا تو عالم دین اپنی کتابوں کا علم بھول گیا ۔ مراد ہے کہ جو کچھ فطرت کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے کتابوں سے نہیں ۔

متانت شکن تھی ہوائے بہاراں

غزل خواں ہوا پیرکِ اندرابی

معانی: متانت شکن: سنجیدگی توڑنے والی ۔ ہوائے بہاراں: بہار کی ہوا ۔ غزل خواں: غزل پڑھنے والا ۔ پیرک اندرابی: وسطی ایشیا کے ایک شہر بلخ کے قریب ایک قصبہ ہے جس کا نام اندراب ہے، وادی لولاب میں جو سادات بستے ہیں ان میں سے اکثر اس جگہ سے نقل مکانی کر کے بھی کشمیر میں آئے تھے ۔ یہ لوگ حسب و نسب اور علم و ادب کے اعتبار سے آج بھی ممتاز ہیں ۔
مطلب: بہار کی ایسی ہوا چلی ہے جس نے سنجیدہ لوگوں کو بھی متانت کے خول سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے ۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ اندراب قصبے سے آنے والے سادات خاندان سے تعلق رکھنے والے بزرگ بھی شعر خوانی اور غزل خوانی پر مجبور ہو گئے تھے ۔

کہا لالہَ آتشیں پیرہن نے

کہ اسرارِ جاں کی ہوں میں بے حجابی

معانی: لالہ آتشیں پیرہن: سرخ لباس پہنے ہوئے لالہ کا پھول ۔ آتشیں: آگ کی طرح کا ۔ پیرہن: لباس ۔ لالہ: ایک سرخ رنگ کا پھول ۔ اسرار جاں: جان کے بھید ۔ بے حجابی: بے پردگی، بے پردہ ہونا ۔

مطلب: آگ کی طرح کا سرخ لباس پہنے ہوئے لالہ کے پھول نے کہا کہ میں جان کے بھیدوں کو کھولنے والا ہوں لالہ کے پھول کو علامہ نے اپنے کلام میں عشق کے نمائندہ کے طور پر پیش کیا ہے ۔ اس لیے یہاں مراد ہے کہ نہ علم اور نہ کتاب، انسان جان کے بھید کو کھول سکتی ہے اگر کھول سکتی ہے تو عشق کی طاقت کھول سکتی ہے ۔ دیکھو ملا کا علم کتابی اور اس کا دھرا کا دھرا رہ گیا جب چمن میں ہر طرح پھولوں کی کتابیں کھل گئیں ۔ اور اندراب کے سادات بھی اپنی متانت چھوڑ کر فطرت کے قریب ہوتا ہے اور اس کا مطالعہ کرتا ہے وہ کتابی علم پر بھروسہ نہیں کرتا ۔ زندگی کی حقیقت سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اندر عشق کا جذبہ پیدا کیا جائے ۔

سمجھتا ہے جو موت خوابِ لحد کو

نہاں اس کی تعمیر میں ہے خرابی

معانی: خواب لحد: قبر کی نیند ۔ نہاں: چھپی ہوئی ۔ تعمیر: بننا ۔ خرابی: بگڑنا ۔

مطلب: جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ زندگی موت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے اور اس کا انجام صرف قبر کی چار دیواری میں سونے تک ہے سمجھ لیں کہ اس کی قلبی و ذہنی اور فکری و خیالی بناوٹ میں کوئی خرابی ہے ۔ زندگی قبر تک کی منزل کا نام نہیں بلکہ یہ اس سے آگے بھی رواں دواں رہتی ہے لیکن اس راز کو وہی پا سکتا ہے جس کا دل عشق سے زندہ ہو اور جس کی روح غلامی سے مردہ نہ ہو چکی ہو ۔

نہیں زندگی سلسلہ روز و شب کا

نہیں زندگی مستی و نیم خوابی

معانی: سلسلہ روز و شب: دن اور رات کا سلسلہ: نیم خوابی: آدھی نیند، اونگھ۔

مطلب: دن اور رات کے سلسلے کا نام زندگی نہیں ہے کہ صبح ہوئی اور شام ہوئی اور اس طرح زندگی تمام ہوئی ۔ زندگی خدا سے اور اپنی اصلیت سے غافل ہوکر عیش و عشرت میں کھو جانے اور اسے سو کر گزار دینے کا بھی نام نہیں ہے ۔

حیات است در آتشِ خود طپیدن

خوش آں دم کہ ایں نکتہ را بازیابی

مطلب: زندگی اپنی آگ میں تڑپنے کا نام ہے ۔ مبارک ہو تیرے لیے وہ لمحہ جب تو اس باریک بات کو پھر سے سمجھ لے ۔ اپنی آگ میں جلنے سے مراد اپنے اندر عشق کا جذبہ پیدا کرنے سے ہے ۔ زندگی کا راز اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتا جب تک عشق راہنمائی نہ کرے ۔ علم کتابیں ، منطق اور فلسفہ اس کی تفہیم اور اس کے بھید کو پانے میں مدد نہیں دے سکتا ۔

اگر ز آتشِ دل شرارے بگیری

تواں کرد زیر فلک آفتابی

مطلب: اگر تو دل کی آگ سے ایک چنگاری حاصل کر لے یعنی اپنے اندر ایسا دل پیدا کر لے جس میں عشق کی آگ ہو اور اس آگ سے غیر اللہ کے خس و خاشاک کو جلا کر اپنے دل میں اللہ کو بسا لے تو میں یقین دلاتا ہوں کہ تو آسمان کے نیچے یعنی دنیا میں یا زمین پر آفتاب طلوع کر سکتا ہے ۔ مراد ہے خود بھی روشن ہو سکتا ہے اور اہل جہان کو بھی روشنی دے سکتا ہے زندگی کی حقیقت اور صحیح نصب العین کی روشنی ۔

(۱۰)

آزاد کی رگ سخت ہے مانندِ رگِ سنگ

محکوم کی رگ نرم ہے مانندِ رگِ تاک

معانی: رگ: دھاگے کی قسم کی جسم کے اندر لمبی نالیاں ۔ سنگ: پتھر ۔ تاک: انگور کی بیل ۔ محکوم: غلام ۔

مطلب: آزاد قوم کے فرد اور غلام قوم کے فرد کا موازنہ و مقابلہ کرتے ہوئے علامہ بزبان ملا ضیغم کہتے ہیں ۔ کہ آزاد شخص کی رگیں پتھر کی رگوں کی طرح مضبوط ہوتی ہیں اور غلام شخص کی رگیں انگور کی بیل کی رگوں کی طرح نرم ہوتی ہیں ۔ آزاد آدمی میں ہمت، عزم ، حوصلہ ، طاقت ، عمل وغیرہ کی صلاحتیں ہوتی ہیں اس کے برعکس غلام آدمی میں بے ہمتی، بے عزمی، بے حوصلگی اور بے طاقتی اور بے عملی ہوتی ہے ۔

محکوم کا دل مردہ و افسردہ و نومید

آزاد کا دل زندہ و پرسوز و طرب ناک

معانی: محکوم: غلام ۔ مردہ: مرا ہوا ۔ افسردہ: بجھا ہوا ۔ نوامید: نا امید ۔ پرسوز: حرارت سے بھرا ہوا ۔ طربناک: خوشی سے بھرا ہوا، شگفتہ ۔

مطلب: آزاد آدمی اور غلام آدمی کی زندگی اور ماحول میں جو فرق ہے اس کا مزید ذکر کرتے ہوئے علامہ کہتے ہیں کہ غلام کا دل مرا ہوا، بجھا ہوا اور ہمیشہ نا امیدی کی حالت میں رہنے والا ہوتا ہے ۔ جب کہ آزاد آدمی کا دل زندہ، حرارت سے بھرا ہوا اور خوشی سے شگفتہ ہوتا ہے ۔

آزاد کی دولت دلِ روشن، نفسِ گرم
محکوم کا سرمایہ فقط دیدۂ نمناک

معانی: نفس: سانس ۔ فقط: صرف ۔ سرمایہ: دولت ۔ دیدہ: آنکھ ۔ دیدۂ نمناک: آنسوؤں سے پر آنکھ ۔

مطلب: آزاد کی زندگی کی دولت روشن دل اور گرم سانس ہوتی ہے یعنی اس کا دل اپنی آزادی کی روشنی میں زندگی کی صحیح راہ دیکھتا ہے اور عزم و ہمت سے ترقی اور عروج کی منزلوں کی طرف چلتا رہتا ہے اس کے برعکس غلام کی زندگی کی دولت آنسو برسانے والی آنکھ ہوتی ہے یعنی وہ زندگی کا جملہ اقدار اور آسائشوں سے محروم بے مقصد زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے ۔ ایسی بے مقصد زندگی جس میں سوائے غم اور رنج کے کچھ نہیں ہوتا ۔

محکوم ہے بیگانۂ اخلاص و مروت
ہرچند کہ منطق کی دلیلوں میں ہے چالاک

معانی: محکوم: غلام ۔ بے گانہ: خالی عاری ۔ اخلاص: خلوص ۔ مروت: اچھا سلوک، منطق: فلسفہ ۔ چالاک: ہوشیار ۔

مطلب: محکوم اگرچہ فلسفیانہ قسم کی دلیلیں لانے میں بڑا ہوشیار ہوتا ہے لیکن وہ خلوص اور حسن سلوک کی اعلیٰ قدروں سے محروم ہوتا ہے ۔ آزاد کو تو دنیا میں ہزار کام کرنے کے ہیں لیکن غلام عملی دنیا سے بے گانہ محض فضول بحثوں میں الجھا رہتا ہے ۔

ممکن نہیں محکوم ہو آزاد کا ہمدوش
وہ بندۂ افلاک ہے یہ خواجۂ افلاک

معانی: محکوم: غلام ۔ ہمدوش: برابر ۔ بندہ افلاک: آسمانوں کا غلام ۔ خواجہ افلاک: آسمانوں کا آقا ۔

مطلب: قدیم فلسفیوں نے آسمانوں کو زندہ اور کائنات پر حکمران کہا ہے ۔ مصر، یونان، عراق وغیرہ کے فلسفی یہی کہتے

تھے کہا آسمانوں کی گردش آدمی کی زندگی پر اثر کرتی ہے اور دنیا میں انفرادی اور اجتماعی تبدیلیاں اسی گردش کی بنا پر پیدا ہوتی ہیں لیکن اسلام اس عقیدہ کو نہیں مانتا وہ آدمی کو اشرف المخلوقات سمجھتا ہے ۔ آزاد شخص بھی آسمان کی بالادستی اور حکمرانی کو تسلیم نہیں کرتا اور اپنے مضبوط ارادے، عالی ہمتی اور گرم عملی کی بدولت اس کو زیر کر لیتا ہے لیکن غلام آدمی کی زندگی اس کی افسردہ دلی، پژمردگی ہمتی اور بے عملی کی وجہ سے ضرور آسمانوں کی گردش کے تابع ہوتی ہے ۔
آزاد مکان و مکان پر حکمران ہوتا ہے اور اس کے گھوڑے کو اپنی مرضی کے مطابق جدھر چاہے موڑ سکتا ہے لیکن غلام پر زمان و مکان سوار ہوتے ہیں اور وہ بے بسی اور بے چارگی کے عالم میں ان کے فرمان کے تحت زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتا ہے ۔

ملا زادہ ضیغم لولابی کشمیری کا بیاض

(۱۱)

تمام عارف و عامی خودی سے بیگانہ

کوئی بتائے یہ مسجد ہے یا کہ میخانہ

معانی: تمام: سب ۔ عارف: خدا کی پہچان کرنے والے ۔ عامی: عام آدمی ۔ خودی: اپنی پہچان کرنا ۔ بے گانہ: خالی ۔ مسجد: مسلمانوں کی عبادت کی جگہ ۔ میخانہ: شراب خانہ ۔

مطلب: علامہ نے اس شعر میں عہد حاضر کے کشمیری مسلمانوں کو خصوصاً اور دنیا کے سارے مسلمانوں کو عموماً پیش نظر رکھتے ہوئے کہا ہے کہ آج کے مسلمان چاہے ان میں خدا تک پہنچنے کا دعویٰ کرنے والے صوفی و عالم کیوں نہ ہوں اپنی معرفت اور اپنے خدا کی معرفت سے بے گانہ ہیں ۔ عام مسلمان آدمی کی بات چھوڑئے جب خواص کا یہ حال ہے تو مسلمان بحیثیت فرد اور بحیثیت قوم اگر ذلت اور غلامی کی زندگی بسر کر رہا ہے تو اس میں حیرانی کیا ہے ۔ اگر مسلمان کو معلوم ہوتا کہ اللہ نے ان کا کیا مرتبہ بنایا ہے اور ان کے ذمہ دنیا کو ہدایت پر رکھنے کے لیے کیا فراءض عائد ہیں تو وہ ان کے پیش نظر اپنی زندگیوں کو ڈھالتے ہوئے غلامی کی بجائے حکمرانی کا فریضہ ادا کر رہے ہوتے ۔ آج کے مسلمان نے مسجد کو شراب خانہ بنا رکھا ہے ۔ مراد یہ نہیں کہ واقعی وہاں شراب بکتی اور پی جاتی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ مسلمان نے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اللہ کے احکام کو چھوڑ کر غیر اللہ کے احکام کو نافذ کر رکھا ہے ۔ جن مسلمانوں کو قرآن و شریعت کی روشنی میں زندگی بسر کرتے ہوئے دوسروں کی راہنمائی کرنی چاہیے تھی وہ آج خود دوسروں کی راہنمائی میں زندگی گزار رہے ہیں ۔ اور اس طرح مسلمان ہوتے ہوئے اسلامی کی بجائے غیر اسلامی ماحول میں سانس لے رہے ہیں ۔

یہ راز ہم سے چھپایا ہے میرِ واعظ نے

کہ خود حرم ہے چراغِ حرم کا پروانہ

معانی: راز: بھید ۔ میر واعظ: وعظ سے مراد دینی نصیحت ۔ میر واعظ: بڑا نصیحت کرنے والا ۔ حرم: کعبہ ۔ چراغ کعبہ: کعبہ کا دیا، شمع ۔ پروانہ: پتنگا ۔

مطلب: کشمیری دینی حلقہ میں وعظ کرنے والوں میں بڑے واعظ کا لقب چونکہ میر واعظ ہے اس لیے اس شعر میں کشمیر کے بڑے واعظ کے حوالے سے خصوصاً اور ہر جگہ کے مسلمان واعظوں کے متعلق عموماً یہ بات کہی گئی ہے کہ اس نے مسلمانوں کی راز کی یہ بات نہیں بتائی کہ کعبہ خود اپنے چراغ کا پتنگا ہے ۔ یہاں کعبہ کنایہ یا اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اورچراغ حرم کنایہ یا اشارہ ہے اللہ سے محبت کرنے والے مسلمانوں کی طرف ۔ قرآن و حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جو مسلمان اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں اللہ ان سے محبت کرتا ہے ۔ یہ ایسی پتہ کی بات ہے جس کو اگر ہمارے واعظ ہمیں بتاتے تو ہم اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی محبت میں گرفتار نہ ہوتے اور اسکے نتیجے میں غلامی کی زندگی بسر نہ کرتے اور ذلیل و خوار نہ ہوتے ۔

طلسمِ بے خبری، کافری و دیں داری

حدیثِ شیخ و برہمن فسوں و افسانہ

معانی: طلسم: جادو ۔ بے خبری: بے عملی ۔ کافری: خدا کا انکار کرنا، غیر اسلامی ۔ دینداری: خدا کا اقرار کرنا ۔ حدیث: کہانی، داستان ۔ شیخ: مسلمانوں کا مذہبی راہنما ۔ برہمن: ہندووَں کا مذہبی رہنما ۔ فسون: جادو ۔ افسانہ: خیالی کہانی ۔

مطلب: آج کل کے مسلمان علما بے علمی کے جادو میں گرفتار معلوم ہوتے ہے اور دین اور بے دینی میں واضح تمیز سے ناواقف دکھائی دیتے ہیں ۔ شیخ اور برہمن میں فرق کی داستان جادو کی اور خیالی کہانی کی سی رہ گئی ہے ۔ مسلمان

علما دین کی صحیح روح سے بے خبری اور بے علمی کی بدولت مسلمانوں کو کافر بنانے پر تلے ہوئے ہیں ۔ اگرچہ وہ خود کافرانہ روایات کے پرستار نظر آتے ہیں ۔

نصیبِ خطہ ہو یارب وہ بندہَ درویش

کہ جس کے فقر میں انداز ہوں کلیمانہ

معانی: نصیب ہو: قسمت میں ہو ۔ خطہ: علاقہ، یہاں مراد کشمیر کا علاقہ ۔ بندہ درویش: فقیر، ولی ۔ فقر: درویشی، ولایت ۔ انداز: اسلوب، طریقہ ۔ کلیمانہ: حضرت موسیٰ کی طرح اللہ تعالیٰ سے کلام کرنا ۔

مطلب: اس شعر میں علامہ نے ملا ضیغم لولابی کی زبان سے آرزو کی ہے اور اللہ سے دعا مانگی ہے کہ یارب کشمیر کے علاقہ میں کوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح کا زمانے کے فرعونوں سے ٹکر لینے والا درویش بھیج جو کشمیریوں کو ہندووَں کے راج سے اسی طرح نجات دلائے جس طرح حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائی تھی ۔ ظاہر ہے مسلمان درویش، جو بخود فانی اور بحق باقی ہوتا ہے پیغمبر تو نہیں ہوتا لیکن پیغمبروں کے علم اور روایات کا وارث ہونے کی بنا پر اس کی زندگی کا انداز پیغمبرانہ ہوتا ہے ۔

چھپے رہیں گے زمانہ کی آنکھ سے کب تک

گہر ہیں آبِ ولر کے تمام یک دانہ

معانی: گہر: موتی ۔ آب: پانی ۔ ولر: کشمیر کی ایک جھیل کا نام ۔

مطلب: کشمیر کے دارالحکومت سرینگر کے قریب ولر نامی جو جھیل ہے اس کے سارے موتی سڈول ہموار اور بے مثل ہیں ان کی صحیح شناخت اور ان کی قیمت زمانے کے جوہریوں سے کبھی تک چھپی رہے گی ۔ یہاں جھیل ولر کنایہ ہے خطہ کشمیر کی طرف اور گہر کنایہ ہے کشمیریوں کی طرف جو بے مثل موتیوں کی طرح اپنے اندر بہت سی خوبیاں اور صلاحتیں رکھتے ہیں لیکن غلامی کی وجہ سے ان کی یہ صلاحتیں بروئے کار نہیں آرہی ہیں اور ان کی خوبیاں اجاگر نہیں

ہو رہی ہیں ۔ خدا کرے انھیں آزادی کی فضا میں سانس لینا نصیب ہو تاکہ ان کے پوشیدہ جوہر دنیا والوں کے سامنے آ سکیں ۔

(۱۲)

دِگرگوں جہاں ان کے زورِ عمل سے
بڑے معرکے زندہ قوموں نے مارے

معانی: دگرگوں : انقلاب سے دوچار ہونا ۔ جہاں : دنیا ۔ زور عمل: عمل کی طاقت ۔ زندہ قوم: جو قوم آزاد اور با عمل ہے ۔ معرکے مارنا: مشکلات پر قابو پانا، فتوحات کرنا، تسخیر کرنا ۔

مطلب: علامہ غلام کشمیری مسلمانوں کو بتا رہے ہیں کہ اپنی حالت کو بدلنے کے لیے اپنے اندر عمل کی قوت پیدا کرنی چاہیے جو قومیں عمل کی وجہ سے آزاد اور دوسروں پر فوقیت و غلبہ رکھتی ہیں انھوں نے عمل کی بدولت دنیا میں بڑے بڑے انقلاب پیدا کیے ہیں ۔ دنیا کو اور اس کی پوشیدہ طاقتوں کو تسخیر کر کے انھوں نے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے ہیں ۔ بڑی بڑی فتوحات کی ہیں نت نئی ایجادات دنیا کے سامنے لائے ہیں ۔ اس لیے تمہیں بھی پہلے اپنے اندر ان کی طرح کا زور عمل پیدا کرنا چاہیے جب تم بدل جاؤ گے تمہارے حالات بدل جائیں گے ۔

منجم کی تقویمِ فردا ہے باطل
گرے آسماں سے پرانے ستارے

معانی: منجم : ستاروں کا علم جاننے والا، ستاروں کے علم کے ذریعے پیشین گوئی کرنے والا، نجومی ۔ تقویم فردا: آنے والی کل کی متعلق بتانے والی جنتری ۔ تقویم : ستاروں کا حساب کتاب بتانے والی کتاب ۔ فردا: آنے والی کل ۔ باطل: جھوٹ ۔

مطلب: زندہ قومیں نجومیوں کی ان پیش گوئیوں پر بھروسہ نہیں کرتیں جو وہ ستاروں کے برجوں اور چالوں کے علم کے ذریعے کرتے ہیں ۔ ان پر یقین کرنا غلام اور بے عمل قوموں کا شیوہ ہے کہ اس طرح وہ آئندہ کے اندازوں پر یقین کر کے اس امید پر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھی رہتی ہیں کہ نجومی کے کہنے کے مطابق بھلا وقت آنے والا ہے آزاد قومیں ان نجومیوں کی پیش گوئیوں کو جھوٹ قرار دیتے ہوئے عمل کی راہ پر گامزن رہتی ہیں اور اپنی طاقت، ہمت اور حوصلے سے اپنی حالت کو بدل دیتی ہیں ۔ وہ آسمان پر چمکنے والے ستاروں کو اپنی قسمت کے بدلنے یا نہ بدلنے والے نہیں سمجھتی اور اس لحاظ سے آسمانوں پر ان کے وجود کو تسلیم نہیں کرتیں اور نجومیوں کے مستقبل کے متعلق خبریں بتانے والی کتاب کو جھوٹ کا ایک پلندہ جانتی ہیں ۔

ضمیرِ جہاں اس قدر آتشیں ہے

کہ دریا کی موجوں سے ٹوٹے ستارے

معانی: ضمیر: دل، اندرون ۔ آتشیں : آگ سے بھری ہوئی ۔

مطلب: جہان کا دل آگ سے اس قدر بھرا ہوا ہے کہ بعض اوقات آسمان کی بجائے دریاؤں سے ستارے ٹوٹنے لگتے ہیں ۔ مراد یہ ہے کہ انقلاب کی اس قوت کی وجہ سے جو جہان کی ذات میں آگ کی طرح پوشیدہ ہے ایسے ایسے معرکے اور کارنامے ظاہر ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے ۔

زمیں کو فراغت نہیں زلزلوں سے

نمایاں ہیں فطرت کے باریک اشارے

معانی: فراغت ۔ فرصت ۔ زلزلہ: بھونچال ۔ نمایاں : ظاہر ۔ فطرت: قدرت ۔

مطلب: علامہ نے مسلمانوں کو بھونچال کی مثال دے کر انقلاب برپا کرنے کی طرف رغبت دلائی ہے اور کہا ہے دیکھو زمین کے اندر زلزلے پوشیدہ ہیں اور زمین ان سے کسی وقت خالی نہیں رہتی ۔ جب کہیں الٹ پلٹ کرنا ہو تو

زلزلے جاگ اٹھتے ہیں اور زمین کی حالت کو دگرگوں کر دیتے ہیں ۔ تبدیل کر دیتے ہیں ۔ زلزلوں کے اس عمل سے قدرت تمہیں یہ اشارہ دے رہی ہے کہ زلزلوں کی طرح کی قوت انقلاب تمہارے اندر بھی موجود ہے اس قوت سے کام لو اور اپنی غلامی کے جہان کو تہ و بالا کر کے آزادی کی نئی دنیا بساوَ ۔

ہمالہ کے چشمے اُبلتے ہیں کب تک

خضر سوچتا ہے وُلر کے کنارے

معانی: ہمالہ کے چشمے: وہ چشمے جو ہمالہ پہاڑ میں ہیں ۔ خضر: ایک شخص جو بھولے بھٹکوں کی راہنمائی کرنے اور ڈوبتے بیڑوں کو پار لگانے کے لیے بیابانوں اور دریاؤں میں رہتا ہے ۔ ولر: جھیل ولر جو کشمیر کے دارالحکومت سرینگر کے پاس ہے ۔

مطلب: آخر میں علامہ کہتے ہیں کہ جھیل ولر کے کنارے کھڑا خضر یہ سوچ رہا ہے کہ جب ہر جگہ انقلاب برپا ہو رہا ہے ہمالہ کے دامن میں آباد کشمیر کے خطے کی جھیل ولر کا پانی اور اس میں موجود چشموں کا پانی کب اپنے اندر حرارت پیدا کر کے ابلے گا ۔ مراد یہ ہے کہ اہل کشمیر جو اس وقت غلامی میں جکڑے ہوئے بے بسی اور بے چارگی کی زندگی بسر کر رہے ہیں دیکھیے ان کے اندر غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر آزاد ہونے کا جذبہ اور انقلاب برپا کرنے کا خیال کب پیدا ہوتا ہے ۔

ملا زادہ ضیغم لولابی کشمیری کا بیاض

(۱۳)

نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا

کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں

معانی: صبح و شام: ہر روز، ہر لمحہ ۔ تقدیر: قسمت ۔ نشاں : پتہ ۔

مطلب: جو قومیں زندہ ہوتی ہیں ان کا پتہ یہ ہے کہ ہر لمحہ ان کی قسمت بدلتی رہتی ہے ۔ وہ عمل کی راہ پر گامزن ہو کر اور اپنی مخالف قوتوں کو زیر کر کے ہر لمحہ آگے بڑھتی رہتی ہیں ان کا ہر لمحہ پہلے لمحہ سے بہتر ہوتا ہے ۔

کمالِ صدق و مروّت ہے زندگی ان کی

معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں

معانی: صدق: سچائی، دیانت ۔ کمال: انتہا ۔ مروت : انسانوں کا آپس میں حسن سلوک، ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کرنا اور ہمدردی سے پیش آنا ۔ فطرت: قدرت ۔ تقصیر: غلطی، لغزش، کوتاہی ۔

مطلب: زندہ قوموں کی ایک اور نشانی یہ ہے کہ اس کے افراد سچائی، دیانت، آپس کے حسن سلوک اور ہمدردی اور آپس میں ایک دوسرے کی بھلائی چاہنے کے جذبوں اور اصولوں کو انتہائی حد تک نبھاتے ہیں ۔ زندگی کے کسی شعبہ میں خیانت نہیں کرتے اور آپس میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور ایک دوسرے کے حقوق غصب کرنے سے بچتے ہیں ۔ ان کی نیت کی اس صفائی کو دیکھتے ہوئے قدرت بھی ان کی ایسی خطائیں ، لغزشیں اور غلطیاں معاف کر دیتی ہے اور سہواً یا اتفاقاً ان سے سرزد ہو جاتی ہیں ۔

قلندرانہ ادائیں ، سکندرانہ جلال

یہ اُمتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیریں

معانی: قلندرانہ : قلندر کی طرح، قلندر وہ شخص ہوتا ہے جو غیر اللہ سے ہر تعلق ختم کر کے صرف خدا کی ذات کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور خدا کے بھروسے پر جو کچھ اس کے جی میں آتا ہے کر گزرتا ہے ۔ ادا: طرز عمل ۔ جلال: دبدبہ، شوکت ۔ امت: قوم ۔ برہنہ: ننگی ۔ شمشیر: تلوار ۔

مطلب: زندہ قوموں کی ایک شناخت یہ بھی ہے کہ ان کے افراد اپنے طرز عمل میں اور اپنے رویے میں قلندر جیسا بے نیازانہ حسن رکھتے ہیں وہ ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف اپنی اور اپنی قوم کی بہتری اور بھلائی کے لیے کوشاں رہتے ہیں ۔ ان کی شوکت اور دبدبے کی دھاک اسی طرح اہل عالم پر بیٹھ جاتی ہے جس طرح قدیم یونان کے بادشاہ سکندر اعظم نے اپنے وقت میں دنیا والوں پر بٹھائی تھی ۔ مراد ہے ان میں جمال اور جلال دونوں موجود ہوتے ہیں ۔ وہ امن کے زمانے میں اور آپس میں سلوک کے حساب سے سراپا حسن ہوتے ہیں ۔ نرمی اور ملائمت سے کام لیتے ہیں ۔ جب مخالفوں اور دشمنوں پر رعب بٹھانے کا وقت آئے تو وہ سکندر کی طرح کا رویہ اختیار کرتے ہیں ۔ ایسی قومیں جن کے افراد کی دو صفات کا ابھی ذکر کیا گیا ہے دنیا میں ننگی تلوار کی مانند ہوتی ہیں ۔ ان کی آزادی اور ترقی کے راستے میں جو رکاوٹ بھی آتی ہے اسے ہٹاتے ہوئے آگے بڑھتی رہتی ہے ۔

خودی سے مردِ خود آگاہ کا جمال و جلال

کہ یہ کتاب ہے ، باقی تمام تفسیریں

معانی: خودی: اپنی پہچان ۔ مرد خود آگاہ: اپنی پہچان کر چکنے والا آدمی ۔ جمال: حسن ۔ جلال: شوکت، دبدبہ ۔ تفسیر: شرح ۔
مطلب: اس شعر میں اقبال اپنے کلام کے بنیادی مضمون خودی کی طرف آجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب آدمی اپنی پہچان کر کے اور اپنے جوہر بنیادی کو بروئے کار لا کر اپنی صلاحیتوں اور مقام سے آگاہ ہو جاتا ہے تو اس میں جمال اور

جلال کی شانیں پیدا ہو جاتی ہیں ۔ حسن سے مراد یہاں چہرے کا حسن نہیں بلکہ شخصیت اور کردار کا حسن ہے ۔ شوکت اور دبدبہ سے بھی مراد مال و دولت اور دنیاوی جاہ وچشم کا رعب نہیں ہے بلکہ درویشی، فقر اور ایمان کی وہ شوکت ہے جس کے آگے ہر شوکت ہیچ ہے اور یہ شان وشکوہ غریبی میں بھی ہوتا ہے اور امیری میں بھی ۔ غریبی میں وہ اللہ کے سوا ہر کسی سے بے نیازی اور امیری میں فقیری رویہ زندگی کی بدولت پیدا ہوتا ہے ۔ یوں سمجھئے کہ خودی ایک کتاب کی مانند ہے اور باقی جو کچھ بھی ہے وہ اسی کی شرح ہے ۔ خودی ہوگی تو آدمی میں وہ حسن اور وہ شوکت پیدا ہو گا جس کا ذکر اوپر ہوا ہے ۔ اگر یہ نہیں تو چہرے کا اڑ جانے والا رنگ اور حسن اور اقتدار عہدہ اور مال و دولت کا جھوٹا دبدبہ تو آدمی میں ہو سکتا ہے اصل حسن اور اصل شوکت جس سے آدمی میں شان آدمیت پیدا ہوتی ہے اور اس سے اس کا شرف قائم رہتا ہے اس میں نہیں ہوتی ۔ اپنے اندر اس دو رخی شان کو پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کو اپنی معرفت حاصل ہو ۔ اسے اپنی پہچان ہو جائے کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں ۔ اپنے آپ سے آگاہ ہونے والا ایسا شخص حقیقی مرد ہوتا ہے ورنہ وہ جنس کے اعتبار سے تو مرد ہو سکتا ہے حقیقت میں مخنث سے بھی بد تر ہوتا ہے ۔

شکوہِ عید کا منکر نہیں ہوں میں لیکن

قبولِ حق ہیں فقط مردِ حر کی تکبیریں

معانی: شکوہ: شان، شوکت، دبدبہ ۔ عید: مسلمانوں کا مذہبی تہوار جو روزوں کے اختتام اور حج کی ادائیگی کے موقع پر دو آزاد مرد ۔ تکبیر: نعرہ اللہ اکبر ۔ :دفعہ آتا ہے ۔ قبول: مقبول ہونا ۔ حق: خدا ۔ فقط: صرف ۔ مرد حر

مطلب: اس شعر میں علامہ کہتے ہیں کہ دوسری اقوام جو اس وقت روئے زمین پر غلبہ رکھتی ہیں اس وجہ سے سربلند ہیں کہ زندگی کے ہر شعبے میں انھوں نے علم تسخیر کائنات اور جماع قوت و کردار کے سبب شان وشکوہ پیدا کر لیا ہے ۔ لیکن مسلمان قوم نے اس طرف دھیان نہیں دیا اس لیے وہ مغلوب ہے ۔ حالانکہ قرآن کا وعدہ ہے کہ اگر تم مومن ہو تو تم ہی دوسروں پر فوقیت رکھو گے ۔ تم ہی اعلیٰ ہو گے ۔ مسلمان کے اعلیٰ اور فوق نہ ہونے سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ نام کا مسلمان ہے اور اس میں ایمان کا وہ جذبہ نہیں جو اسے مومن بنا کر دنیا میں فوق بنا سکتا ہے ۔ دوسری

قوموں کے مقابلے میں ہم عید اور حج کے موقع پر بہت بڑا اجتماع کر لینے، رنگ برنگ کے کپڑے پہن لینے اور قربانی کے بکرے ذبح کرنے اور اپنی شان سمجھتے ہیں ۔ علامہ کہتے ہیں کہ بے شک یہ بھی اظہار شان کا ایک طریقہ ہے لیکن اگر مسلمان آزاد نہ ہو اور ہر شعبہ زندگی میں دوسروں کی غلامی اختیار کئے ہوے ہو تو پھر یہ شان جھوٹی اور باطل ہے ۔ ایسے موقعوں پر یا کسی اور مناسب وقت میں تکبیر کے نعرے لگانا کہ اللہ سے سب بڑا ہے خدا کے نزدیک قابل قبول نہیں کیونکہ اگر اللہ ہی واقعی ہر شے سے بڑا ہے تو پھر اے مرد مسلمان تو نے دوسروں کی آقائیت کو کیوں تسلیم کر رکھا ہے ۔ تو کس لیے غلامی کی زندگی بسر کر رہا ہے ۔ کیوں خدا کو چھوڑ کر غیر خدا کا محتاج ہے کیوں اللہ کے بجائے نفس کے بتوں کے آگے جھکا ہوا ہے ۔ تیری نماز، تیری اذان، تیرے حج، تیری عید، تیری جلسے اور تیرے جلوس میں یہ نعرہ جو لگایا جاتا ہے کہ اللہ اکبر ہے محض نمائشی ہے رسمی ہے ۔ جس دن واقعی تو نے اللہ کو اکبر تسلیم کر لیا تو اپنے اسلاف کی طرح تو دنیا میں پھر سربلند ہو جائے گا

حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے
ورائے عقل ہیں اہلِ جنوں کی تدبیریں

معانی: حکیم: حکمت والا، عقل والا، فلسفی ۔ میری نوا: میری آواز، میری شاعری ۔ راز: بھید ۔ کیا جانے: نہیں جان سکتا ۔ ورائے عقل: عقل سے اوپر ۔ اہل جنوں: جنوں والے ۔ تدبیر: منصوبہ، کوشش ۔

مطلب: میں نے اپنی شاعری کے ذریعے جو صدا بلند کی ہے جو پیغام خصوصاً وہ پیغام جس کا ذکر مندرجہ بالا اشعار میں ہے مسلمانوں کو خصوصاً اور اہل دنیا کو عموماً دیا ہے اس کی حقیقت کو عقل پرست اور روشن دماغ والے نہیں پہنچ سکتے ۔ کیونکہ میری باتوں اور پیغام کی تفہیم یا سمجھنے کا تعلق شدت عشق سے ہے اور جو بات عشق کہتا اور سمجھتا ہے اس کو عقل نہ کہہ سکتی ہے اور نہ سمجھ سکتی ہے ۔ عشق سے مراد وہ عشق نہیں جس میں ہوس اور جنس ہوتی ہے بلکہ یہ اس سے الگ ایک جذبہ ہے جس کے تحت عاشق اپنی مرضی کو اپنے سے برتر ہستی کی مرضی میں گم کر دیتا ہے اور اپنے قول و فعل ، حرکات و سکنات فکر و عمل وغیرہ میں اس برتر ہستی کو کارفرما پاتا ہے ۔ اور اسکی صفات کا مظہر بن جاتا ہے ۔ یہ

ہستی اللہ کی ذات، اللہ کے رسول ﷺ کی ذات اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے تابع فرمان اور ان کی صفات کی آئینہ دار کسی مرشد، پیر یا ولی کی ذات ہوتی ہے ۔ علامہ کے کلام میں اس عشق سے مراد عموماً رسول اللہ ﷺ ہوتا ہے یہی عشق جب اتنی شدت اختیار کر لے کہ عاشق کو ہمہ وقت اپنے محبوب کی لگن لگی رہے اور یہ دھن اس پر اس طرح سوار ہو کہ اس سے سوا اسے کچھ سوجھے ہی نہیں جنون کہلاتا ہے ۔

(۱۴)

چہ کافرانہ قمارِ حیات می بازی
کہ با زمانہ بسازی بخود نمی سازی

مطلب: تو کیا کافروں کی طرح جوا اپنی زندگی کا کھیلتا ہے ۔ کہ تو زمانے کا ساتھ دیتا ہے اور اپنے آپ سے نہیں ملتا ۔ اے مسلمان تو زندگی کا جوا کس کافرانہ انداز میں کھیل رہا ہے ۔ تو زمانے کے ساتھ تو بنا کر رکھتا ہے لیکن اپنے ساتھ بنا کر نہیں رکھتا ۔ دنیا میں گم ہو کر رہ جانا تو کافروں کا انداز زندگی ہے مسلمان کو تو خود میں گم ہو کر اور اپنی پہچان کر کے دنیا کو اپنے اندر گم کر لینے کا انداز اپنانا چاہیے ۔ دنیا تو مومن کی غلام ہوتی ہے نہ کہ آقا ۔

دگر بہ مدرسہ ہائے حرم نمی بینم
دلِ جنید و نگاہِ غزالی و رازی

مطلب: میں جب دینی مدرسوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے مایوسی ہوتی ہے ۔ کہ اب ان میں جنید جیسے دل اور غزالی و رازی جیسی بصیرت نہیں ملتی ۔

ایک وقت تھا کہ مسلمانوں میں حضرت جنید بغدادی جیسے عظیم المرتبت ولی اور امام رازی اور امام غزالی جیسے مشہور متکلم، حکیم اور فلسفی پیدا ہوئے تھے جو مسلمانوں کی باطنی اور ظاہری زندگیوں میں اسلام کی روح پھونکتے رہتے تھے ۔

ان کے ذہن وقلب دونوں کو اسلامی افکار و جذبات سے منقش و منور کرتے رہتے تھے لیکن ان کے بعد خصوصاً عہد حاضر میں ہم اسلامی مدرسے اور خانقاہیں تو دیکھتے ہیں مگر ان سے ان جیسے یعنی جنید، غزالی اور رازی لوگ پیدا نہیں ہو رہے ۔

بحکمِ مفتیِ اعظم کہ فطرتِ ازلیست

بدینِ صعوہ حرام است کارِ شہبازی

مطلب: مفتی اعظم کے حکم سے کہ پرانے یعنی ازل سے فطرت کے مطابق ۔ مموے کے مذہب میں شہباز کے کام حرام ہیں کیونکہ وہ اس کے مقابل نہیں ۔

قدرت کے مفتی اعظم کا یہ فتویٰ ہے کہ قدرت کے قوانین میں ازل سے یہ بات موجود ہے کہ ممولہ کے ضابطہ حیات میں شہباز کے سے کام اختیار کرنا حرام اور ناجائز ہے ۔ لیکن مرد مسلمان یہ فتویٰ تسلیم نہیں کرتا ۔ قدرت کے قوانین میں بے شک مموے کو ہمیشہ کمزور اور شہباز کو ہمیشہ طاقت ور اور مموے کو ہمیشہ شکار اور شہباز کو ہمیشہ شکاری مانا جاتا ہے ۔ لیکن مومن جو قدرت کا غلام نہیں بلکہ قدرت اس کی غلام ہے اس کو تسلیم نہیں کرتا وہ کبھی ممولہ بن کر شہباز کا شکار نہیں بن سکتا ۔ بلکہ اگر کہیں ایسا موقع آیا بھی ہے کہ کسی وجہ سے وہ دنیاوی سازوسامان کے لحاظ سے کمزور ہوگیا ہے تو وہ ایمان کی قوت کے بل بوتے پر طاقت وروں سے ٹکرا گیا ہے ۔ اور اپنے شکاری کو شکار کر گیا ہے ۔

دنیاوی طاقت کا بھروسہ کافر کو ہوتا ہے لیکن مومن کو اپنے ایمان پر یقین ہوتا ہے اور اس جذبہ کے تحت وہ بے تیغ بھی لڑ جاتا ہے ۔

ہماں فقیہِ ازل گفت جرہ شاہیں را

بآسماں گروی با زمیں نہ پردازی

ہماں : اسی طرح ۔ فقیہہ ازل: ازل ے فقیہہ نے، قدرت کے ان قوانین کے قانون دان نے ۔ گفت: کہا ۔ جرہ شاہیں : باز کی ایک قسم ۔ را: کو۔ باآسماں : آسمان پر ۔ گروی: گھوم رہا ہے ۔ بازمیں : زمین پر ۔ نہ پردازی: نہیں اڑتا ۔
مطلب: اسی ازلی عالم فقیہ نے شاہیں بچے سے کہا کہ ۔ بلند آسمانوں میں اڑنا اور زمین کے پستی میں نہیں ۔ جس طرح قوانین قدرت کے مفتی کا یہ فتویٰ ہے کہ ممولہ کو باز کے شکار کے طور پر پیدا کیا گیا ہے اسی طرح قدرت کی فقہ میں ازل کے فقیہہ (فقہ کے مسائل و قوانین جاننے والے) نے یہ بات بھی لکھ دی ہے کہ اعلیٰ درجہ کے باز کا کام صرف آسمانوں پر اڑتے رہنا اور فضا میں کمزور پرندوں کا شکار کرنا ہے نہ کہ زمین پر اتر کر ان کا شکار کرنا یا گدھوں کی طرح آ کر مردار کھانا ہے اس میں بھی مسلمان کو یہ احساس دلایا گیا ہے کہ تو بھی اعلیٰ شاہین کی طرح اپنے زور بازو سے کمایا ہوا طیب اور حلال رزق کھا نہ کہ دوسروں کا محتاج ہو کر گدھوں اور گیدڑوں جیسی حرام اور مردار خوراک سے پیٹ بھر ۔ ایسا کرنا تیرے شاہین کی طرح آزاد فضا میں سانس لینے اور کسی دوسرے کا محتاج نہ ہونے کے لیے ضروری ہے ۔

منم کہ توبہ نہ کردم زفاش گوئی ہا

زبیم ایں کہ بسلطاں کنند غمازی

معانی: منم: میں وہ ہوں ۔ توبہ نہ کردم: میں نے توبہ نہیں کی ۔ کردم: میں نے نہیں کی ۔ فاش گوئی کھل کر اور صاف صاف بات کرنا ۔ ز: سے ۔ بہ نیم: ڈر سے ۔ ایں : یہ ۔ بہ سلطاں : بادشاہ سے ۔ کنند: کریں گے ۔ غمازی: چغل خوری ۔
مطلب: میں نے کھل کر بات کہنے سے توبہ نہیں کی کہ مجھے ڈر تھا ۔ کہ لوگ بادشاہ وقت سے میری چغلی کھائیں گے ۔ میں نے اس ڈر سے کہ لوگ بادشاہ وقت سے میری چغلی کھائیں گے صاف صاف اور کھل کر حق کی بات کہنا نہیں چھوڑی اور جابروں اور ظالموں کے سامنے کلمہ حق کہنے سے گریز نہیں کیا لوگوں نے مجھے کہا کہ سچائی کا یہ رویہ اختیار نہ کرو لیکن میں باز نہیں آیا اور اپنی شاعری میں بھرپور انداز سے اور بے خوف ہو کر مسلمان کو باطل کی قوت کے خلاف ڈٹ جانے کے لیے کہتا رہا ۔

بدستِ ما نہ سمرقند و نے بخارا ایست
دعا بگو ز فقیراں بہ ترکِ شیرازی

معانی: بدست ما: ہمارے ہاتھ میں ۔ دست: ہاتھ ۔ ما: ہمارے ۔ نے: نہ ۔ ایست: ہے ۔ سمرقند و بخارا ۔ بگو: کہہ ۔ ز: سے ۔ فقیراں: فقر کی جمع جو دنیاوی سامان نہیں رکھتا ۔ بہ: سے ۔ بہ ترک شیرازی: شیراز کے ترک سے ۔ شیراز ایران کا ایک شہر، ترک سے کنایہ ہے معشوق کی طرف ۔

مطلب: ہمارے ہاتھ میں نہ سمرقند ہے اور نہ بخارا ہے ۔ ہم فقیروں کی طرف سے تو شیرازی ترکوں کے لیے دعا ہی کیجیے ۔ خواجہ حافظ شیرازی نے جو فارسی کے ایک مشہور شاعر گزرے ہیں اپنے ایک شعر میں کہا تھا کہ اگر شیراز کا ترک میرے دل کو قبضہ میں کر لے تو میں اس کے سیاہ تل کے بدلے میں اسے سمرقند اور بخارا کے شہر بخش دوں گا یا اس کے صدقے میں خیرات کر دوں گا ۔ علامہ نے اس شعر کے مضمون سے یہ مضمون نکالا ہے کہ اگرچہ میرے ہاتھ میں سمرقند اور بخارا جیسے شہر نہیں ہیں کہ میں اپنے معشوق کو دے دوں یا اس پر قربان کر دوں ۔ میں تو ایک فقیر آدمی ہوں جس کے پاس بوریا اور گدڑی بھی نہیں ہے ۔ میں تو اس کے حق میں صرف دعا کر سکتا ہوں ۔ اگر معشوق سے مراد مسلمان قوم لی جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ پھر سے مسلمان قوم کو سرفرازی عطا کرے اور وہ غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر پہلے کی طرح پھر سے دنیا پر حکمران ہو جائے ۔

ملا زادہ ضیغم لولابی کشمیری کا بیاض

(۱۵)

ضمیر مغرب ہے تاجرانہ، ضمیرِ مشرق ہے راہبانہ

وہاں دگرگوں ہے لحظہ لحظہ، یہاں بدلتا نہیں زمانہ

معانی: ضمیر: دل ۔ تاجرانہ: تجارت کرنے والوں کی طرح کی ۔ راہبانہ: راہبوں کی طرح کی ۔ ترک دنیا کی ۔ دگرگوں: بدل جانا ۔ لحظہ لحظہ: لمحہ لمحہ ۔

مطلب: اس شعر میں علامہ نے ملا ضیغم کی زبان سے عہد حاضر کی اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ مغرب والوں کی ذہنیت تاجروں کی سی ہے جو ہر وقت دولت کمانے میں لگے رہتے ہیں اور اس کے لیے خدا کو بھول کر دنیا کو پورے طور پر گلے لگائے ہوئے ۔ ان کے برعکس مشرق والے دنیا کو ترک کر کے بے بسی اور بے کسی کی زندگی گزارنے پر آمادہ ہیں ۔ دنیا سے دلچسپی کی بنا پر یورپ والے ہر لمحہ ترقی کی راہ پر گامزن ہیں ۔ ان کا ہر دوسری لمحہ پہلے لمحے سے بہتر ہوتا ہے ۔ لیکن مشرق والوں پر جمود طاری ہے وہ جس بدحالی میں ہیں اس سے نکلنے کی نہیں سوچتے ۔ علامہ کا یہاں یہ بھی مقصود ہے کہ جب مغرب والے دنیا کے اور مشرق والے ترک دنیا کے بتوں کے پجاری بنے ہوئے ہیں ۔ تو دونوں کی زندگیاں قوانین الہیہ کے خلاف ہیں ۔ پہلے مادہ پرست اور دوسرے رہبانیت پرست بن گئے ہیں ۔ اے مسلمان اصل ضابطہ حیات تیرے پاس ہے جس میں دین اور دنیا دونوں کی بھلائی کے طریقے موجود ہیں ۔ مسلمان نہ دنیا کو اپنے اوپر مسلط کرتا ہے اور نہ دنیا سے کنارہ کش ہوتا ہے ۔ بلکہ دنیا کو اپنے دین کے تابع رکھ کر زندگی گزارتا ہے اور یہی مقصود فطرت اور منشائے اسلام ہے جو کہ فطری مذہب ہے ۔

کنارِ دریا خضر نے مجھ سے کہا باندازِ محرمانہ

سکندری ہو، قلندری ہو، یہ سب طریقے ہیں ساحرانہ

معانی: کنار دریا: دریا کے کنارے ۔ بانداز محرمانہ: دوستانہ طریقے سے ۔ سکندری: سکندر کی طرح کی طاقت کا ہونا، سکندر یونان کا مشہور فاتح تھا ۔ قلندری: قلندر کی طرح کی دنیا سے بے نیازی ۔ ساحرانہ: جادوگری کے ۔

مطلب: اس شعر میں علامہ نے سکندری اور قلندری کو اصل مفہوم کے بجائے کنائے کے طور پر پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ سکندری (بادشاہت) اور قلندری (روحانیت) دونوں جادوگری کے طریقے ہیں جن کے ذریعے بادشاہ اور درویش بھولے بھالے اور سادہ دل بندگان کو اپنے اپنے فریب میں مبتلا کر کے ان کو غلامی اور مسکینی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتے ہیں ۔ یہاں درویشیوں سے مراد دنیا کو ترک کر دینے والے درویش ہیں ۔ اقبال نے اس شعر میں بازبان ملا ضیغم شاعرانہ انداز میں بات کرتے ہوئے کہا کہ یہ بات مجھے باطن کا علم رکھنے والے ولی خضر نے دریا کے کنارے ایک ملاقات میں بتائی ہے اس لیے جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سچ اور حقیقت ہے ۔

حریف اپنا سمجھ رہے ہیں ، مجھے خدایانِ خانقاہی

انھیں یہ ڈر ہے کہ میرے نالوں سے شق نہ ہو سنگِ آستانہ

معانی: حریف: مدمقابل، دشمن ۔ خدایانِ خانقاہی: خانقاہ کے خدا، مرادگدی نشین ۔ شق: ٹوٹ جائے ۔ سنگ آستانہ: دہلیز کا پتھر ۔

مطلب: وہ لوگ جو خانقاہوں ، مزاروں اور درگاہوں پر اپنے بزرگوں کو مسند پر بیٹھے ہوئے ہیں اور روحانی، اخلاقی اور انسانی ہر اعتبار سے نا اہل ہیں ۔ وہ اپنے مریدوں کو راہ ہدایت پر رکھنے اور اللہ سے وابستہ کرنے کی بجائے ان کو لوٹ رہے ہیں پیری اور مریدی کو انھوں نے پیشہ بنا رکھا ہے وہ اپنے بزرگوں کی روحانی وراثت کے وارث بالکل نہیں ہیں ۔ میں چونکہ یہ حقیقت بھولے بھالے اور سادہ دل مسلمانوں پر واضح کر رہا ہوں اور ان کو ان نا اہل گدی نشینوں اور جاہل

پیروں کے فریب کے جال میں آنے سے روک رہا ہوں ۔ اس لیے آج کے پیر اور گدی نشین مجھے اپنا دشمن سمجھتے ہیں ۔ انہیں ڈر ہے کہ میرے پیغام کی وجہ سے ان کی دہلیز کا پتھر ریزہ ریزہ نہ ہو جائے ۔ مراد ہے کہ ان کی جھوٹی پیری کا پول نہ کھل جائے اور اس طرح ان کی عقیدت مندان سے باغی نہ ہو جائیں اور انہیں اپنی لوٹ گھسوٹ اور جھوٹی عزت و جاہ سے محروم نہ ہونا پڑے اور اس طرح ان کی عیش و عشرت کی زندگی میں خلل نہ آجائے ۔

غلام قوموں کے علم و عرفاں کی ہے یہی رمزِ آشکارا

زمیں اگر تنگ ہے تو کیا ہے فضائے گردوں ہے بے کرانہ

معانی: علم و عرفاں : ظاہری علم اور باطنی علم ۔ رمز آشکارا: صاف سامنے آنے والا بھید ۔ گردوں : آسماں ۔ بے کرانہ : جس کا کوئی کنارہ نہیں ۔

مطلب: غلام قوموں کے علم ظاہری کا یہ بھید کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے کہ وہ یہ کہہ کر خود کو تسلی دے دیتی ہیں کہ اگر ہمیں دنیاوی حکومت اور سرفرازی حاصل نہیں ہے تو کیا ہوا آسمان کی فضا تو ایسی ہے جس کا کوئی کنارا نہیں ۔ اس میں زندگی بسر کر لیں گے ۔ وہ خیالی پلاؤ پکا کر اپنی محکومی کا جواز نکال لیتی ہے ۔ اس سے یہ بھی مراد ہے کہ غلام قو میں دنیا کی حکمرانی اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے دنیاوی فوائد کے حصول کی بجائے یہ کہہ کر اپنی تسکین کر لیتی ہیں کہ ظاہری دنیا نہ وہی روحانی دنیا ہی سہی ۔ ہم ادھر خود کو مشغول کر لیں گے اور اس طرح وہ تارک الدنیا ہو کر گزر اوقات کرنے کو اپنی زندگی کا مقصد اور نصب العین بنا لیتی ہیں ۔

خبر نہیں کیا ہے نام اس کا، خدا فریبی کہ خود فریبی

عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

معانی: خبر نہیں : معلوم نہیں ۔ خدا فریبی: خدا کو فریب دینا ۔ خود فریبی: اپنے آپ کو فریب دینا ۔ فارغ ہونا: الگ ہو جانا ۔ تقدیر: قسمت ۔

مطلب: عہد حاضر کے مسلمانوں میں تقدیر (قسمت، نصیب) کا یہ غلط مفہوم پیدا ہو چکا ہے کہ جو کچھ ہونا ہے وہ خدا نے ان کی قسمت میں پہلے سے لکھ دیا ہے اس لیے ہمیں کوشش اور عمل سے اس کو بدلنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ اگر خدا کو منظور ہوا تو وہ خود ہی اسے بدل دے گا ۔ اس غلط عقیدہ کی وجہ سے وہ عمل سے کنارہ کش ہو چکا ہے ۔ اب میں اس عقیدے کو کیا نام دوں ۔ اسے اپنے آپ کو فریب دینے والا عقیدہ کہوں یا خدا کو فریب دینے والا عقیدہ کہوں ۔ اصل میں یہ دونوں کو فریب دے رہے ہیں ۔ خدا کو اس کی پیدا کردہ تقدیر کا غلط مفہوم دے کر اور خود کو اس بنا پر بے عملی سے دوچار کر کے ۔

مری اسیری پہ شاخِ گل نے یہ کہہ کے صیاد کو رُلایا

کہ ایسے پُرسوز نغمہ خواں کا گراں نہ تھا مجھ پہ آشیانہ

معانی: اسیری: قید ۔ شاخِ گل: پھول کی ٹہنی ۔ صیاد: شکاری ۔ پرسوز نغمہ خواں: جس کے نغموں میں سوز ہو، حرارت ہو ۔ گراں: بھاری ۔ آشیانہ: نشیمن، گھونسلہ ۔

مطلب: اس شعر میں علامہ نے کہا ہے کہ شکاری نے مجھ بلبل کو گلاب کی ٹہنی سے پکڑ کر جب پنجرے میں قید کر لیا تو گلاب کے پھولوں نے قید کرنے والے کو یہ کہہ کر رلا دیا کہ اس بلبل کا گھونسلہ ہماری ٹہنی پر کوئی بوجھ نہیں تھا ۔ مراد ہے کہ جب قوم کے راہنما کو اس کی حق گوئی پر حکومت وقت گرفتار کر لیتی ہے تو اس قوم کے لوگ واویلا کرتے ہیں جس کا نتیجہ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ وہ حکومت خود بھی اس کو رہا کرنے پر سوچنے لگتی ہے ۔ اس میں کشمیر میں ڈوگرہ راج کے خلاف جدوجہد کرنے والوں اور ان کے راہنماؤں کی پکڑ دھکڑ اور پھر بعض اوقات رعایا کے مطالبہ پر اس کو خوش کرنے کے لیے حکومت کے ان کو چھوڑنے پر آمادہ ہو جانے کی طرف اشارہ ہے ۔

(۱۶)

حاجت نہیں اے خطۂ گل شرح و بیاں کی

تصویر ہمارے دل پرخوں کی ہے لالہ

مطلب: حاجت: ضرورت ۔ خطہ گل: پھولوں کا علاقہ، وادی کشمیر مراد ہے ۔ پرخوں: خون سے بھرا ہوا۔ لالہ: لالے کا پھول جو خون کے رنگ کی طرح سرخ ہوتا ہے ۔

مطلب: ریاست کشمیر میں ہندو ڈوگرہ راج نے مسلمانوں کو جس بدحالی سے دوچار کر رکھا ہے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے کہ اے میرے پھولوں سے سجے ہوئے علاقے تجھے اپنی داستان بیان کرنے اور اس داستان کی تفصیل سے مجھے آگاہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ میں اس سے پہلے ہی واقف ہوں ۔ اور تیری بدحالی اور زبوں حالی دیکھ کر اور سن کر میرا دل لالے کے پھول کی طرح خون سے بھرا ہوا ہے ۔ مجھ پر انتہائی غم اور بے چینی کی حالت طاری ہے ۔

تقدیر ہے اک نام مکافاتِ عمل کا

دیتے ہیں یہ پیغام خدایانِ ہمالہ

معانی: تقدیر: قسمت ۔ مکافات عمل: عمل کا بدلہ ۔ خدایان ہمالہ: ہمالہ کے آقا۔ ہمالہ: برصغیر کے شمال میں ایک بلند پہاڑ کا نام ہے ۔

مطلب: خدایان ہمالہ سے ایک تو مراد وہ رشی، سادھو وغیرہ ہیں جو ہمالہ کے پہاڑوں میں رہتے ہیں اور ہندو ان کو اپنے روحانی پیشوا سمجھتے ہیں ۔ دوسری مراد کشمیر کے حکمرانوں سے ہے جو ہندو دھرم سے ہی تعلق رکھتے ہیں ۔ کشمیر کا علاقہ چونکہ ہمالہ پہاڑ کے سلسلے میں واقع ہے اس لیے خدایان ہمالہ سے مراد کشمیر کے حکمران بھی ہوسکتے ہیں ۔ آدمی کی تقدیر اس کے اپنے عمل کا نتیجہ ہے ۔ اس عقیدہ کے تحت ہندودھرم کے راہنما یا کشمیر کا ہندو راجہ دونوں کشمیر کے مسلمان کو یہ کہہ کر عمل سے بے گانہ رکھنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ اگر وہ غلام ہیں، پسماندہ ہیں اور بدحال ہیں تو یہ ان کے اپنے عمل کا نتیجہ ہے اور چونکہ جیسی کرنی ویسی بھرنی ایک اٹل اصول ہے اس لیے تم اپنی مجبور اور غلام زندگی پر قناعت کرو۔

سرما کی ہواؤں میں ہے عریاں بدن اس کا
دیتا ہے ہنر جس کا امیروں کو دوشالہ

معانی: سرما: سردی ۔ عریاں : ننگا ۔ دوشالہ: ایک قسم کی اونی چادر ۔
مطلب: اس شعر میں علامہ نے کشمیری مسلمانوں کی اس غربت اور بدحالی کی طرف اشارہ کیا ہے جو کشمیر کے ہندو حکمرانوں کے کشمیر کے جملہ وسائل کو اپنی اور اپنی قوم کی ترقی کے لیے استعمال کرنے اور کشمیریوں کو ان سے محروم رکھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے ۔ بدحالی کی سینکڑوں مثالوں میں سے ایک کا ذکر کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے کہ وہ کشمیری ہنر مند جو گرم چادریں اور اونی کمبل تیار کرتا ہے اور امیروں کے تن ڈھانپنے کے کام آتے ہیں اور وہ خود اس قابل نہیں ہوتا کہ سخت سردی کے موسم میں اپنے اور اپنے بچوں کے لیے سردی سے بچنے کے لیے گرم کپڑے مہیا کر سکے ۔

اُمید نہ رکھ دولتِ دنیا سے وفا کی
رَم اس کی طبیعت میں ہے مانندِ غزالہ

معانی: وفا: دوستی رکھنا ۔ رم: دوڑنا ۔ طبیعت: مزاج ۔ غزالہ: ہرن کی طرح ۔
مطلب: یہاں اقبال ایک اصول بیان کرتے ہیں کہ دولت ہمیشہ کسی کا ساتھ نہیں دیتی ۔ جس طرح ہرن آدمی کو یا شکاری کو دیکھ کر بھاگ نکلتا ہے اسی طرح دولت بھی بعض ناسازگار حالات پیدا ہو جانے پر آدمی سے چلی جاتی ہے ۔ دنیا اور اس کی دولت کسی سے مستقل دوستی نہیں رکھتی اس لیے اے کشمیری مسلمان ناامید نہ ہو اگر آج تو اپنے حکمرانوں کی وجہ سے بدحالی کا شکار ہے تو کل حکمران بدحال ہو سکتے ہیں اور دولت و حکومت تیرے پاس آسکتی ہے ۔ شرط یہ ہے کہ تو اس بات پر یقین رکھے اور اپنی حالت بدلنے کی کوشش کرے ۔

(۱۷)

خود آگاہی نے سکھلا دی ہے جس کو تن فراموشی

حرام آئی ہے اس مردِ مجاہد پر زرہ پوشی

معانی: خود آگاہی: خود سے آگاہ ہونا ۔ تن فراموشی: جسم کو بھول جانا ۔ حرام: ناجائز ۔ مرد مجاہد: جہاد کرنے والا ۔ زرہ پوشی: لوہے کا لباس جو جنگ کے وقت سپاہی پہنتے ہیں ۔

مطلب: وہ مرد مسلمان جو اپنی معرفت حاصل کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اس کا جسم اس کا اپنا نہیں بلکہ اس ہستی کا ہے جس کی صفات کا وہ مظہر ہے تو پھر وہ تن کو بچانے کی فکر کے بجائے اسے اس کے اصل مالک کی رضا اور خوشنودی کے لیے اس پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے ۔ وہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے اسباب کے ہونے کو بھی نہیں دیکھتا ۔ وقت آنے پر بے تیغ بھی لڑ جاتا ہے وہ اپنے جسم کو بچانے کے لیے زرہ سے بھی کام نہیں لیتا کیونکہ اسے جسم کی نہیں اللہ کی رضا کی فکر ہوتی ہے

(۱۸)

آں عزمِ بلند آور، آں سوزِ جگر آور

شمشیرِ پدر خواہی، بازوئے پدر آور

مطلب: آں : وہ ۔ عزم بلند: بلند ارادہ ۔ آور: لا ۔ سوز جگر: جگر کی حرارت ۔ شمشیر پدر: باپ کی تلوار ۔ پدر: باپ ۔ خواہی: تو چاہتا ہے ۔ بازوئے پدر: باپ کا بازو ۔

مطلب: اگر تو اپنے بڑوں کی عزت پانا چاہتا ہے تو پھر ان جیسے بلند ارادے اور بلند جذبے بھی پیدا کر یعنی ان جیسا عمل

بھی کر کے دکھا۔ اس شعر میں علامہ نے بہ زبان ملا ضیغم کشمیر کے غلام مسلمانوں کو آزاد رہنے کا ایک گر بتایا ہے اور کہا ہے کہ اگر تم اپنے باپ کی تلوار چاہتے ہو تو اپنے باپ کا سا مضبوط بازو، بلند ارادہ اور حرارت جگر بھی پیدا کرو۔ اپنے آبا و اجداد کی مانند آزاد زندگی بسر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے تم میں آزادی حاصل کرنے کا بلند ارادہ پیدا ہو پھر اس بلند ارادے کو عملی شکل دینے کے لیے تم میں تپش اور عشق کا جذبہ کارفرما ہو۔ جب یہ صورت پیدا ہو جائے گی تو پھر تم اس قابل ہو سکو گے کہ اپنے باپ دادا کی طرح جہاد کر کے اور تلوار کو قوت کے ذریعے اپنی قسمت بدل ڈالو اور غلامی کی زنجیریں کاٹ کر آزاد ہو جاؤ۔ محض خالی نعروں تقریروں، جلسوں، جلوسوں اور مطالبوں سے تیرا آزاد ہونا ممکن نہیں۔

(۱۹)

غریبِ شہر ہوں میں سن تو لے مری فریاد
کہ تیرے سینے میں بھی ہوں قیامتیں آباد

مطلب: اس شعر میں ملا ضیغم لولابی کی زبان سے علامہ اقبال نے اہل کشمیر کو یہ کہا ہے کہ میں تمہارے لیے اجنبی ہوں۔ اجنبی اس اعتبار سے کہ میرے آباء و اجداد مدت ہوئی کشمیر سے نقل مکانی کر کے برصغیر کے شمالی صوبہ پنجاب میں آباد ہو گئے تھے اور میرا اب تعلق تمہیں کشمیر کی بجائے پنجاب سے نظر آئے گا لیکن میرا دل اب بھی تمہارے ساتھ دھڑکتا ہے۔ اس لیے تم میری نالہ کشی اور میری آہ و زاری سے جو میں اپنی شاعری کے ذریعے کر رہا ہوں اجنبی نہ رہو اس پر کان دھرو۔ اور دیکھو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ جب تم میرے ان نالوں اور فریادوں پر کان دھرو گے جو میں نے اپنی شاعری کے ذریعے کی ہیں تو تمہارے سینے میں بھی وہ اضطراب پیدا ہو جائے گا جو میرے سینے میں ہے اور اس طرح تم اپنی قسمت کو بدلنے اور آزادی کی نعمت سے بہرہ ور ہونے کی آرزو کرنے لگو گے۔

مری نوائے غم آلود ہے متاعِ عزیز

جہاں میں عام نہیں دولتِ دلِ ناشاد

معانی: نوائے غم آلود: غم سے بھری ہوئی آواز۔ متاعِ عزیز: قیمتی دولت ۔ دولت دل ناشاد: ایسے دل کی دولت جو غم زدہ ہو۔ جہاں : دنیا۔

مطلب: وہ دل جو اپنی بجائے دوسروں کا اور اپنی قوم کا غم کھاتا ہو دنیا میں عام نہیں ہے ۔ وہ کسی کسی کے پاس ہوتا ہے اللہ نے مجھ ایسا دل دیا ہے جو قوم کے غم سے بھرا ہوا ہے ۔ اس دل سے جو آواز پیدا ہو رہی ہے اور جسے میں اپنی شاعری کی صورت میں تم تک پہنچا رہا ہوں بہت قیمتی دولت ہے ۔ اے کشمیر کے مسلمان اسے سمیٹ لے اور اس سے اپنے دل کی کیفیات بدل لے ۔

گلہ ہے مجھ کو زمانے کی کور ذوقی سے

سمجھتا ہے مری محنت کو محنتِ فرہاد

معانی: گلہ : شکایت ۔ زمانہ : دنیا، اہل دنیا۔ کور ذوقی: ذوق کا اندھا ہونا ۔ محنت: سرگرمی، ریاضت ۔ فرہاد: ایران کا ایک شخص جو شیریں نامی ایک عورت پر عاشق تھا۔ اس وقت کا بادشاہ پرویز بھی شیریں کو اپنے گھر ڈالنا چاہتا تھا چنانچہ اس نے فرہاد کے خاتمے اور اس سے شیریں کو چھین لینے کی یہ تدبیر کی کہ اسے کہا کہ اگر تو پہاڑ سے پانی کی نہر کھود کر لے آئے گا تو شیریں مل جائے گی ۔ فرہاد نے اس وعدہ پر پہاڑ کھودنا شروع کر دیا لیکن شیریں کی موت کی اس جھوٹی خبر کو سن کر جو پرویز نے اڑائی تھی وہ اپنے سر پر تیشہ مار کر مر گیا۔ اس طرح شیریں پرویز کی ہو گئی ۔

مطلب: اپنی سالہا سال کی اس محنت کا پھل نہ پا کر جو علامہ نے اپنی شاعری کی صورت میں مسلمان قوم کو جگانے کے لیے کی تھی وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ مجھے دنیا والوں کے اندھے ذوق سے شکایت ہے ۔ اگر ان میں ذوق ہوتا تو میری شاعری پر ضرور کان دھرتے ۔ وہ تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں نے شاعری کے ذریعے جو مشقت اٹھائی ہے وہ بھی فرہاد کی طرح کی غرض مند ہے ۔ حالانکہ فرہاد نے ایک عورت کو حاصل کرنے کے لیے اور نفسانی غرض کی خاطر محنت کی تھی ۔ میری محنت میں تو غرض کی کوئی آلائش نہیں ۔ اس میں میرا کوئی ذاتی مفاد نہیں ۔ میں نے تو یہ سب کچھ ان

کے مفاد کے لیے کیا ہے لیکن وہ ہیں کہ اس پر کان نہیں دھر رہے اگر کان دھرتے اور میرے پیغام پر عمل کرتے تو میں سمجھ لیتا کہ مجھے میری محنت کا صلہ مل گیا ہے ۔

صدائے تیشہ کہ بر سنگ میخورد دگر است

خبر بگیر کہ آوازِ تیشہ و جگر است

معانی: صدائے تیشہ: ہتھوڑے کی آواز ۔ تیشہ: ہتھوڑا ۔ بر: پر ۔ سنگ: پتھر ۔ دگر: اور ۔ است: ہے ۔ خبر بگیر: معلوم ہوا ۔ آوازتیشہ و جگر: ہتھوڑے اور جگر کی آواز ۔

مطلب: یہ شعر برصغیر کے مشہور فارسی شاعر اور نقشبندیہ بزرگ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کا ہے جو اورنگ زیب کی وفات کے بعد کی مغلیہ درزوال کی دلی میں رہتے تھے ۔ اس میں وہ کہتے ہیں کہ وہ آواز جو ہتھوڑے کے پتھر پر پڑنے سے نکلتی ہے وہ اور ہے اور جو جگر پر پڑنے سے نکلتی ہے وہ اور ہے ۔ علامہ نے اس شعر کے مضمون کے حوالے سے کہا ہے کہ اس قدر افسوس کی بات ہے کہ تم فرہاد کی محنت کو اور میری محنت کو ایک جیسا سمجھتے ہو فرہاد نے تو پھر یہ ضربیں لگائی تھیں میں جگر پر لگا رہا ہوں ۔ فرہاد نے تو ایک عورت کے حصول کے لیے تیشہ چلایا تھا میں قوم کو جگانے کے لیے شعر لکھ رہا ہوں ۔ اے کاش میری قوم اس فرق کو سمجھے اور میرے کلام اور اس میں دیے گئے پیغام کی طرف دھیان دے ۔

سر اکبر حیدری صدر اعظم حیدر آباد دکن کے نام

یوم اقبال کے موقع پر توشہ خانہ حضور نظام کی طرف سے جو صاحبِ صدر اعظم کے ماتحت ہے ایک ہزار روپیہ کا چیک بطور تواضع موصول ہونے پر

تھا یہ اللہ کا فرماں کہ شکوہِ پرویز

دو قلندر کو کہ ہیں اس میں ملوکانہ صفات

تعارف: دکن برصغیر کے جنوب میں دور انگریزی میں ایک بہت بڑی ریاست تھی ۔ جس کا نواب نظام الملک کہلاتا تھا ۔ علامہ کے فوت ہونے کے چند ماہ پہلے جب پورے متحدہ ہندوستان میں یوم اقبال منایا گیا دکن کے صدر حیدری نے ایک ہزار روپے کا چیک علامہ کو بھیجا تھا اور ساتھ یہ بھی لکھا تھا کہ یہ چیک میں نے ریاست کے سرکاری توشہ خانے سے اپنی ذاتی کوشش کے بعد بھجوایا ہے ۔ علامہ نے یہ خط پڑھ کر چیک واپس کر دیا اور اپنے تاثرات اس نظم میں قلم بند کیے ۔

معانی: فرماں حکم ۔ شکوہ: شوکت ۔ پرویز: ایران کا ایک بادشاہ ۔ قلندر: وہ درویش جو اللہ کے سوا ہر کسی سے بے نیاز ہو ۔ ملوکانہ صفات: شاہانہ صفتیں ۔

مطلب: یہ اللہ کا حکم تھا کہ ایران کے بادشاہ پرویز جیسا دبدبہ اور شوکت اس درویش کو عطا کیا جائے جو میرے سوا ہر ایک سے بے نیاز ہے جو بہ ظاہر تو فقر و فاقہ میں مبتلا ہے لیکن بہ باطن اپنے اندر شاہانہ صفات رکھتا ہے ۔ یہاں اس درویش سے مراد علامہ خود ہیں۔

مجھ سے فرمایا کہ لے اور شہنشاہی کر

حسنِ تدبیر سے دے آنی و فانی کو ثبات

معانی: شہنشاہی کر: بادشاہوں اور امیروں کی طرح روپیہ خرچ کر ۔ حسن تدبیر: منصوبہ کی خوبصورتی ۔ آنی: جو لمحہ بھر کے لیے ہے ۔ فانی: جو مٹ جانے والا ہے ۔ ثبات دے: دوام بخش، ہمیشگی عطا کر ۔

مطلب: خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ یہ رقم میں جو بھیج رہا ہوں اسے اچھی منصوبہ بندی سے اگر خرچ کرو گے تو یہ تمہارے لیے وقتی فائدہ اور آسائش مہیا کرنے کے علاوہ کافی دیر تک کارآمد بھی ہو گا ۔ اور تم اس سے امیروں اور بادشاہوں کی طرح کی عیش کی زندگی بسر کر سکو گے ۔

میں تو اس بارِ امانت کو اٹھاتا سرِ دوش
کامِ درویش میں ہر تلخ ہے مانندِ نبات

معانی: بار امانت: امانت کا بوجھ ۔ سر دوش: کندھے پر ۔ کام درویش: درویش کے حلق، غریب کے منہ ۔ تلخ: کڑوی ۔ مانند: مثل ۔ نبات: مصری، شکر ۔

مطلب: اقبال کہتے ہیں میں چونکہ درویش شخص ہوں اور غیروں کی کڑوی چیزوں کو شکر سمجھ کر حلق میں اتار لیتا ہوں اس لیے میرے لیے یہ بھی ممکن ہو سکتا تھا کہ میں یہ تلخ حقیقت بھی قبول کر لیتا اور بھیجے ہوئے چیک کو قبول کر لیتا لیکن سر اکبر حیدری کا یہ لکھنا کہ یہ رقم سرکاری خزانے سے میری کوشش کی وجہ سے بھیجی جا رہی ہے مجھے پسند نہ آئی ۔ اور میرے کندھوں نے احسان کے اس بوجھ کو برداشت نہیں کیا ۔

غیرتِ فقر مگر کر نہ سکی اس کو قبول
جب کہا اس نے یہ ہے میری خدائی کی زکات

معانی: غیرت فقر: فق کی خودداری ۔ فقر بمعنی درویشی ۔ خدائی: حکومت، حکمرانی ۔ زکات: ایک مذہبی اسلامی ٹیکس جو امیروں سے لے کر غریبوں کو دیا جاتا ہے ۔ اصل لفظ زکواۃ ہے ۔

مطلب: علامہ کہتے ہیں کہ سر اکبر حیدری کا اپنے خط میں یہ لکھنا کہ یہ رقم میری بطور صدر ریاست کوشش کی وجہ سے

آپ کو بھیجی جا رہی ہے میرے لیے کسی امیر سے ضرورت منداور غریب ہونے کے اعتبار سے زکواۃ لینے کے برابر تھے ۔ اس لیے میری درویشی کی خودداری کے لیے قابل قبول نہ تھی ۔ کیونکہ درویش تو فقر و فاقہ کی حالت میں بھی منعموں ، امیروں اور شاہوں سے بے نیاز ہو کر زندگی گزارتا ہے

حسین احمد

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ

ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجمی است

تعارف: ہندوستان مختلف زبانیں اور مذاہب رکھنے والے لوگوں کا ملک تھا۔ اس میں دو بڑی قومیں ہندو اور مسلمان آباد تھیں ۔ جب انڈین نیشنل کانگریس نے ہندوستان کی آزادی کا نعرہ لگایا تو ابتدا میں مسلمانوں نے بھی ہندوؤں کا ساتھ دیا۔ لیکن بعد میں کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے جس سے مسلمانوں کو خدشہ پیدا ہوگیا کہ ہندو اپنی بھاری اکثریت کی بنا پر ہمیشہ کے لیے حکمران رہیں گے اور مسلمان قوم انگریز کی بجائے ہندو کی غلامی میں آجائے گی ۔ چنانچہ مسلمانوں کے نمائندہ جماعت مسلم لیگ نے یہ مطالبہ کر دیا کہ ہندو اور مسلمان چونکہ دو الگ الگ قومیں ہیں اس لیے ان علاقوں اور صوبوں میں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں پاکستان کے نام سے ایک الگ آزاد مملکت قائم کی جائے ۔ جس میں مسلمان اپنی مرضی اور اپنے مذہب کے مطابق زندگی بسر کر سکیں ۔ مسلمانوں کی ان جماعتوں نے جو اس وقت انڈین نیشنل کانفریس کا ساتھ دے رہی تھیں مسلم لیگ کے اس مطالبہ کی ڈٹ کر مخالفت کی ۔ اور کہا کہ یہ غلط ہے کہ ہندوستان میں ہندو اور مسلم دو الگ الگ قومیں آباد ہیں ۔ یہاں صرف ایک ہی متحدہ قوم بستی ہے جس کا نام ہندوستانی قوم ہے ۔ ان جماعتوں نے جن میں جمیعت العلمائے ہند پیش پیش تھی مسلم لیگ کے تقسیم ہند کے مطالبہ کہ سخت مخالفت کی اور متحدہ قومیت کا نعرہ لگا کر ہندوستان کو متحد رکھنے کے لیے انڈین نیشنل کانگریس کا بھرپور ساتھ دیا۔ اسی جماعت کے علامہ میں سے ایک کا نام مولانا حسین احمد مدنی تھا جو دیوبند مدرسے میں شیخ الحدیث تھے ۔ انھوں نے جب ایسی تقریریں شروع کیں جن میں مذہب کے بجائے وطن کو قوم کی بنیاد قرار دے دیا گیا تھا۔ اور متحدہ قومیت کا پرچار کر کے پورے ہندوستان کی حکومت ہندو کانگریس کو دینے کا مطالبہ کیا گیا تھا تو علامہ اقبال کو اس پر بڑا صدمہ پہنچا اس وقت ان کے جو تاثرات تھے ان کو انھوں نے فارسی کے ان تین شعروں میں قلم بند کیا ہے ۔

مطلب: معلوم ہوتا ہے کہ ملک عرب سے باہر کا علاقہ ابھی تک دین اسلام کی حقیقی رمز کو نہیں پا سکا ۔ اگر پا چکا ہوتا تو دیوبند کے اسلامی مدرسے کے شیخ الحدیث حسین احمد مدنی یہ تعجب والی بات نہ کرتے کہ ملت کا تعلق وطن سے ہے مذہب سے نہیں ۔ یہ ان کے منہ سے کیا حیران کن بات نکلی ہے ۔

سرود، سربسرِ منبر کہ ملت از وطن است

چہ بے خبر ز مقامِ محمد عربی است

مطلب: مولانا حسین احمد مدنی نے مسجد کے منبر پر کھڑے ہو کر جہاں سے حق کی آواز سربلند ہونی چاہیے تھی یہ باطلی تقریر بڑے دلکش انداز میں جھوم جھوم کر کی کہ مسلمان قوم کی قومیت کی بنیاد وطن ہے نہ کہ اس کا دین یا توحید الہی حالانکہ نہیں تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ جہاں جہاں بھی کلمہ گو آباد ہیں وہ سب رنگ، نسل وطن اور علاقہ کے اختلاف کے ایک وحدت یا ایک قوم ہیں لیکن انھوں نے وطن کو قومیت کا نظریہ قرار دے کر یہ تسلیم کیا اور دوسروں کو تسلیم کرنے کے لیے کہا کہ ہر ملک کے مسلمان اپنے اپنے وطن کے اعتبار سے الگ الگ قوم سے تعلق رکھتے ہیں ہندوستان کے مسلمان بھی ہندوستانی قوم کا حصہ ہیں اس لیے انہیں ہندو کانگریس کا یہ نظریہ تسلیم کر لینا چاہے کیونکہ یہاں کے مسلمان ہندووَں سے الگ نہیں بلکہ ہندووَں کے ساتھ مل کر ایک متحدہ قومیت کا جزو ہیں ۔ اس لیے الگ وطن حاصل کرنے کا مطالبہ دینا چاہیے اور ہندووَں کے ساتھ مل کر حکومت اور ملک کا کاروبار چلانا چاہیے ۔ اگر وہ اتنا سوچ لیتے کہ ہندوستان سے انگریزوں کی حکومت کے خاتمہ کے بعد جو جمہوری طرز کی حکومت قائم ہوگی اس میں ہندو 85 فیصد ہوں گے اور مسلمان صرف 15 فیصد ۔ جس کے نتیجے میں ہندو اکثریت ہمیشہ کے لیے جملہ مسلمانوں پر چاہے وہ اقلیتی علاقوں سے تعلق رکھتے ہوں اور چاہے اکثریت کے علاقہ میں رہتے ہوں مسلط رہے گی ۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ اُو نہ رسیدی تمام بولہبی است

مطلب: اس شعر میں علامہ مولانا حسین احمد مدنی کو اور جملہ مسلمانان عالم کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ اپنے آپ کو حضرت محمد مصطفی ﷺ تک پہنچاوَ۔ مراد ہے اپنی زندگی کے ہر شعبے میں چاہے وہ خفی ہو یا عقلی ہو چاہے وہ ظاہر ہو یا باطن ہو سب میں قرآن و سنت کے ذریعے دیئے گیے نبی کریم ﷺ کے نظام کو پیش نظر رکھو۔ اگر ایسا نہیں کرو گے اور اس سے ہٹ کر فکر و عمل کی کوئی دنیا بساوَ گے تو چاہے وہ دنیاوی اعتبار سے اور ظاہرً کتنی ہی دلکش کیوں نظر نہ آتی ہو ابولہب کی دنیا ہوگی ۔

حضرت انسان

جہاں میں دانش و بینش کی ہے کس درجہ ارزانی

کوئی شے چھپ نہیں سکتی کہ یہ عالم ہے نورانی

معانی: حضرت کے معنی جناب یا حضور ہیں ۔ مراد ہوئی جناب انسان یا انسان کے حضور میں ۔ دانش: عقل، علم، دانائی ۔ بینش: بصیرت، عقل باطنی ۔ کس درجہ: کس حد تک ۔ ارزانی: سستا ہونا ۔ نورانی: نور کا ۔ عالم: جہان، کائنات ۔

مطلب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل ظاہری بھی دی ہے اور عقل باطنی بھی ۔ دونوں صفتیں کثرت اور بہتات سے انسانوں میں موجود ہیں ۔ ظاہری عقل سے وہ کائنات کی ظاہری ساخت کا علم حاصل کرتا ہے اور باطنی عقل یا بصیرت سے وہ کائنات کی باطنی ساخت کا راز پا لیتا ہے ۔ ان دونوں قوتوں کے استعمال سے وہ یہ معلوم کر لیتا ہے کہ یہ کائنات کی کبھی عدم تھی ۔ موجود نہیں تھی پھر اللہ تعالیٰ نے کن (ہو جا) فیکون (ہو گئی) کے عمل سے اسے وجود بخش دیا ۔ اسے اس بات کا بھی پتہ ہے کہ اس کائنات کے باطن میں اللہ تعالیٰ کے اسما صفات جلوہ گر ہیں ۔ کائنات کا وجود ہی ان کی بدولت ہے ۔ اگر یہ اسما اور صفات اپنی جلوہ گری بند کر دیں تو کائنات پھر عدم ہو جائے گی ۔ اس لیے وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ حقیقی وجود اللہ تعالیٰ کا ہے ۔ کائنات کا وجود اللہ کے وجود کی وجہ سے ہے ۔ اس لیے اس کو وجود تسلیم نہیں کر سکتے ۔ اسے موجود کہ سکتے ہیں ۔ کائنات کے ذرہ ذرہ کا وجود اللہ تعالیٰ کے نور کی وجہ سے ہے ۔ اس لیے اس کا ہر ذرہ نورانی اس نور کو عقل ظاہری تو نہیں عقل باطنی دیکھ سکتی ہے ۔

کوئی دیکھے تو ہے باریک فطرت کا حجاب اتنا

نمایاں ہیں فرشتوں کے تبسم ہائے پنہانی

معانی: باریک: پتلا، نازک ۔ فطرت: قدرت ۔ حجاب: پردہ ۔ نمایاں: ظاہر۔ فرشتہ: اللہ تعالیٰ کی ایک نورانی مخلوق ۔ تبسم ہائے پنہانی: چھپی ہوئی مسکراہٹیں ۔پنہانی: چھپی ہوئی ۔ تبسم: مسکراہت ۔

مطلب: انسان اگر باطنی عقل سے یا بصیرت سے کام لے تو وہ دیکھ لے گا کہ قدرت نے کائنات پر جو ظاہری پردہ ڈالا ہوا ہے وہ بہت پتلا اور نازک ہے وہ اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کر سکتا ہے ۔ یہاں تک کہ اس کے فرشتوں کی جو کہیں آسمانوں سے پرے عرش عظیم کے قریب رہتے ہیں مسکراہٹیں نظر آسکتی ہیں ۔ مراد ہے کہ انسان جہاں اپنی ظاہری عقل سے ظاہری کائنات اور اس کی اشیا کا علم حاصل کرتا ہے اسے اپنی باطنی عقل اور بصیرت سے کائنات اور اس کی اشیا کی حقیقت بھی جان سکتا ہے ۔

یہ دنیا دعوتِ دیدار ہے فرزندِ آدم کو

کہ ہر مستور کو بخشا گیا ہے ذوقِ عریانی

معانی: دعوت دیدار: نظارے کی دعوت ۔ فرزند آدم: آدم کا بیٹا، انسان ۔ مستور: چھپی ہوئی ۔ ذوق: لذت ۔ عریانی: ظاہر ہونا ۔

مطلب: کائنات اور اس کی ہر شے کے دو رخ ہیں ۔ ایک ظاہری اور ایک باطنی ظاہری رخ کو تو ظاہری آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے ۔ لیکن باطنی رخ دیکھنا ان کے بس کی بات نہیں ۔ اس کے لیے انسان کو باطنی آنکھیں یا دل کی آنکھیں پیدا کرنی چاہیں ۔ یہ آنکھیں علم ظاہری سے نہیں باطنی علم سے پیدا ہوتی ہیں جسے روحانیت کا علم بھی کہتے ہیں ۔ کائنات میں جو کچھ پوشیدہ ہے جو کچھ اس کے پس پردہ ہے وہ ظاہر ہونے کے لیے بے تاب رہتا ہے وہ خود اپنے نظارے کی دعوت دیتا ہے لیکن اس کو دیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنے اندر باطنی آنکھ پیدا کرے ۔

یہی فرزند آدم ہے کہ جس کے اشکِ خونیں سے

کیا ہے حضرتِ یزداں نے دریاؤں کو طوفانی

معانی: فرزند آدم: آدم کا بیٹا ۔ اشک خونیں: خون سے بھرے ہوئے آنسو۔ حضرت یزداں: خدا ۔ طوفانی: طوفان سے بھرے ہوئے ۔

مطلب: دنیا کے دریاؤں میں اگر طغیانی آئی ہوئی ہے تو وہ انسان کے خون سے بھرے ہوئے آنسوؤں کی وجہ سے ہے ۔ مراد یہ ہے کہ خدا نے تو کائنات اور اس کی جملہ اشیا کو تخلیق کر دیا لیکن اس میں جو رونق اور جو ہنگامہ ہے وہ انسان کی وجہ سے ہے ۔ اگر انسان کو جنت سے دین نکالا نہ ملتا اور وہ اس کی جدائی میں روتا ہوا زمین پر آباد نہ ہوتا تو زمین پر سب کچھ ہوتے ہوئے وہ اپنے جملہ ہنگاموں اور رونقوں سے محروم رہتی ۔

فلک کو کیا خبر یہ خاکداں کس کا نشیمن ہے

غرض انجم سے ہے کس کے شبستاں کی نگہبانی

معانی: فلک: آسمان ۔ کیا خبر: کیا معلوم ۔ یہ خاکدان: یہ مٹی کا گھر، آدمی کا جسم ۔ نشیمن: آشیانہ، گھر۔ غرض: مقصود ۔ انجم: ستارہ ۔ شبستاں: رات بسر کرنے کی جگہ ۔ نگہبانی: حفاظت ۔

مطلب: آسمان کو کیا معلوم کہ آدمی کا مٹی سے بنا ہوا جسم کس کا گھر ہے ۔ اس کی تاریکیوں میں کس کی وجہ سے رونق اور روشنی ہے ۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں پر رونق ہوں ۔ مجھ پر ستارے، چاند اور سورج چمکتے ہیں ۔ حالانکہ جو رونق ہستی آدمی کے تاریک مٹی کے جسم میں جلوہ گر ہے وہ اس پر نہیں ۔ ایک حدیث میں ہے کہ مومن کا دل وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات سمائی ہو سکتی ہے ۔ اگر ہم اس دل کو واقعی دل بنا لیں تو یہ عرش اعظم بن جاتا ہے ۔ خانہ کعبہ ہو جاتا ہے ۔ جس میں سے غیر اللہ کا ہر بت نکل جاتا ہے اور صرف اللہ آباد ہو جاتا ہے ۔

اگر مقصودِ کل میں ہوں تو مجھ سے ماورا کیا ہے

مرے ہنگامہَ ہائے نو بہ نو کی انتہا کیا ہے

معانی: مقصودکل: کل اشیا کی غاءت، ساری کائنات کا مطلوب ۔ میں ہوں : یعنی میں آدمی ہوں ۔ ماورا: بال وپر ۔ ہنگامہ ہائے نوبنو: نئے نئے ہنگامے ۔ انتہا: اخیر، حد ۔

مطلب: اگر یہ حقیقت ہے کہ کل کائنات اور اس کی ساری اشیا کا مطلوب میں آدمی ہی ہوں اور ہر چیز میری خدمت کے لیے پیدا کی گئی ہے تو پھر مجھ سے بالا تو کوئی شے نہیں ہو سکتی ۔ میں ہی ہر شے پر اشرف اور ہر شے سے اعلیٰ ہوں ۔ مگر شرط یہ ہے کہ میں اپنی صلاحیتوں اور صفات سے آگاہ ہوکر اور اپنی خودی کو پہچان کر ایسا مقام حاصل کر لوں ۔ اگر یہ صورت حال مجھ میں پیدا نہ ہوگی تو پھر ہر شے مجھ پر غالب آجائے گی اور میں مغلوب رہوں گا ۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنا نائب اور اپنا خلیفہ اور اس اعتبار سے اپنی صفات کا مظہر بنایا ہے ۔ اگر میں اپنی خودی سے آگاہ ہو جاؤں گا تو ہر شے میری مغلوب ہو جائے گی ۔ یہ نت نئے ہنگامے جو اس کائنات میں خود سے آگاہ ہونے کے لیے مجھ سے سرزد ہو رہے ہیں ان کی آخر حد کونسی ہے ۔ ان کی یہی حد ہے کہ میں خدا تو نہیں اسکی صفات اور اسما کا مظہر بن سکتا ہوں ۔ اور زمان و مکان کو اپنے قابو میں کر سکتا ہوں ۔